فہم القرآن سیریز نمبر 1

سورۃ مریم

www.KitaboSunnat.com

قرآنا عجبا

سوال و جواب کی صورت میں

قرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت

نگہت ہاشمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر سورۃ مریم

نگہت ہاشمی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تفسیر سورۃ مریم

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب : تفسیر سورۃ مریم

مصنفہ : نگہت ہاشمی

طبع اول : مارچ 2018ء

تعداد : 2100

ناشر : النور انٹرنیشنل

لاہور : H-102 گلبرگ III، نزد فردوس مارکیٹ، لاہور

فون نمبر : 0336-4033045, 042-35881169, 042-35851301

کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک III، کراچی

فون نمبر : 0336-4033034 - 021-35292341-42

فیصل آباد : A-121 فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد

فون نمبر : 03364033050, 041-8759191

ای میل : sales@alnoorpk.com

ویب سائٹ : www.alnoorpk.com

فیس بک : Nighat Hashmi, Alnoor International

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرست

سورۃ مریم			9
رکوع	❖	1	9
رکوع	❖	2	21
رکوع	❖	3	45
رکوع	❖	4	62
رکوع	❖	5	78
رکوع	❖	6	93

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

قرآن مجید کوانسان کے قلب وذہن اورزندگی میں اُتارنے کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جوطریقے اختیار کیے ہیں، اُن میں سے ایک اہم طریقہ سوال وجواب کا ہے۔مثلاً سورۃ المدثر میں اللہ تعالیٰ سوال کرتے ہیں:

﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ﴾

’’اورتمہیں کس نے خبر دی کہ دوزخ کیا ہے؟‘‘(27)

پھراگلی ہی آیات میں جواب دیا جاتا ہے:

﴿لَا تُبْقِيْ وَ لَا تَذَرُ ﴿٢٨﴾ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴿٢٩﴾ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿٣٠﴾﴾

’’نہ وہ باقی رکھے گی اورنہ وُہ چھوڑے گی۔کھال کوجھلسا دینے والی ہے۔اُس پرانیس فرشتے مقررہیں‘‘

سورۃ البلد میں اللہ تعالیٰ خودہی سوال اُٹھاکرجواب دیتے ہیں:

﴿وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿١٢﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿١٣﴾ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ﴿١٤﴾ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿١٥﴾ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿١٦﴾ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴿١٧﴾﴾

’’اورتم کیاجانو کہ کیاہے وہ دشوار گزارگھاٹی؟کسی گردن کاچھڑانا یاکسی بھوک والے دن کھاناکھلانا، کسی رشتے داریتیم کویاخاک نشین محتاج کو،پھریہ کہ وہ اُن لوگوں میں ہوجوایمان لائے اورجنہوں نے ایک دوسرے کوصبرکی وصیت کی اورایک دوسرے کورحم کرنے کی نصیحت کی‘‘

سوال آدھاعلم ہے۔سوال جب اُٹھایاجاتاہے توذہن متوجہ ہوجاتاہے پھرجب جواب آتاہے تواس کااثرگہراہوتاہے۔نبی ﷺ کثرت سے اس طریقے کواستعمال فرماتے تھے۔امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدناعبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے،انہوں نے بیان کیا:

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ؟

قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا مِنَّا أَحَدٌ إِلَّا مَالُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ؟

قَالَ: فَإِنَّ مَالَهُ مَا قَدَّمَ، وَمَالُ وَارِثِهِ مَا أَخَّرَ (صحیح بخاری:6442)

’’ محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ‘‘

www.KitaboSunnat.com

نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جسے اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال پیارا ہو؟''

انہوں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کو اپنا مال زیادہ پیارا نہ ہو۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''بے شک اُس کا مال وہ ہے جو اس نے آگے بھیجا (یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا)

اور اس نے جو (مال) پیچھے چھوڑا، وہ اس کے وارث کا مال ہے۔''

ہر آیات میں غور و فکر کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں لیکن انسان عام طور پر انہیں نظر انداز کر کے گزر جاتا ہے۔ یہ پہلو سوال کی صورت میں سامنے آئیں تو انسان رُک کر سوچتا ہے۔ سوال و جواب کے انداز میں سیکھنا زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔ انسان کو سوالوں کے جواب مل جائیں تو اطمینان ہو جاتا ہے اور دل جمتا ہے۔

قرآن حکیم کو سوال و جواب کی صورت میں **قرآنًا عَجَبًا** کے نام سے مرتّب کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہر آیت کے اہم پہلوؤں کو سوال کی صورت میں اُٹھایا ہے اور نکات (Points) کی صورت میں ان کا جواب قرآن حکیم ہی سے لینے کی کوشش کی ہے۔ میں نے تجربہ کیا ہے کہ اس طرح اہم نکات (Tips) پر آجاتے ہیں، وہ نکات جن پر انسان عام طور یا تو سوچتا نہیں یا پھر ویسے ہی گزر جاتا ہے۔

قرآن مجید کو اِس انداز میں پڑھ کر ہر وہ شخص فائدہ اُٹھا سکتا ہے جو قرآن کے راستے کا مسافر بننا چاہتا ہے۔ اگرچہ سوال و جواب کے طریقے سے شعور بیدار ہوتا ہے لیکن ایک انسان کا علم محدود ہے، سمجھ محدود ہے، فرشتوں کی بات کو سامنے رکھیں تو اپنے علم کی حقیقت سامنے آتی ہے۔

﴿سُبۡحٰنَكَ لَا عِلۡمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَلِيۡمُ الۡحَكِيۡمُ﴾

''آپ پاک ہیں جو آپ نے ہمیں سکھایا ہے اس کے سوا ہمیں کچھ علم نہیں

یقیناً آپ ہی سب کچھ جاننے والے، کمال حکمت والے ہیں'' (البقرہ:32)

میں ان سب افراد کی بہت ممنون ہوں جن لوگوں نے اس کاوش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد کی۔ قارئین سے درخواست ہے غلطیوں کی نشاندہی ضرور کریں۔ اگر اس سے کوئی بھلائی نصیب ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کا کرم سمجھ لیں، آخرت کی فکر لاحق ہو جائے تو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ میری خطاؤں سے درگزر فرمائیں۔ (آمین)

دُعاؤں کی طلب گار

نگہت ہاشمی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اٰیاتھا ۹۸ | ۱۹ سُوْرَۃُ مَرْیَمَ مَکِّیَّۃٌ ۴۴ | رکوعاتھا ۶

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مکی سورت ہے۔ یہ 6 رکوع اور 98 آیات پر مشتمل ہے۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے 19 ویں اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے 44 ویں نمبر ہے۔

رکوع نمبر 1

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

﴿كٓهٰيٰعٓصٓ﴾

”کھیعص“ (1)

سوال 1: ﴿كٓهٰيٰعٓصٓ﴾ اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: یہ حروف مقطعات ہیں۔ ان کے معانی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

﴿ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا﴾

”ذکر ہے آپ کے رب کی رحمت کا، اپنے بندے زکریا پر“ (2)

سوال: ﴿ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا﴾ ”ذکر ہے آپ کے رب کی رحمت کا، اپنے بندے سیدنا زکریا علیہ السلام پر“ اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا﴾ ”ذکر ہے آپ کے رب کی رحمت کا، اپنے بندے زکریا پر“ یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی اس رحمت کا بیان ہے جو اس نے اپنے بندے زکریا علیہ السلام پر کی۔ (2) سیدنا زکریا علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے۔ اُن کا تعلق بنی اسرائیل سے تھا۔ (3) سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ کے بہنوئی تھے۔ (4) پیشے کے اعتبار سے بڑھئی تھے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(5) اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کو سیدنا زکریا عَلَیۡہِ السَّلَامُ کی زندگی میں مجسم کر کے دکھایا ہے۔

(6) اللہ رب العزت نے سیدنا زکریا عَلَیۡہِ السَّلَامُ کے حالات اور ان کے صالح اعمال اور عمدہ صفات کا تذکرہ فرمایا ہے تاکہ عبرت حاصل کرنے والے عبرت حاصل کریں اور پیروی کرنے والے ان کی زندگی کا بغور مطالعہ کریں تاکہ پیروی کرنا ممکن ہو جائے۔

(7) اللہ تعالیٰ نے سیدنا زکریا عَلَیۡہِ السَّلَامُ کے بیان کے توسط سے اپنے دوستوں پر رحمت اور اس کے حصول کے اسباب اور اللہ تعالیٰ کی محبت، اس کے ذکر کی کثرت، اس کی معرفت اور اس تک پہنچانے والے اسباب کی دعوت دی ہے۔

(8) اللہ تعالیٰ نے سیدنا زکریا عَلَیۡہِ السَّلَامُ کو اسرائیلیوں میں سے نبی بنایا۔ انہوں نے اپنی ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی ادا کیا۔ انہوں نے رب کے بندوں کو رب کی طرف بلایا اور انہیں وحی کی تعلیم دی۔ اپنی زندگی میں اور اپنی موت کے بعد تک کے لیے ان کے ساتھ خیر خواہی کی۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کو ایسی ہی خیر خواہی کے جذبے کے لیے کوشاں رہنا چاہیے۔

﴿اِذۡ نَادٰی رَبَّہٗ نِدَآءً خَفِیًّا﴾

''جب اُس نے اپنے رب کو چپکے چپکے پکارا'' (3)

سوال 1: ﴿اِذۡ نَادٰی رَبَّہٗ نِدَآءً خَفِیًّا﴾ ''جب اُس نے اپنے رب کو چپکے چپکے پکارا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذۡ نَادٰی رَبَّہٗ نِدَآءً خَفِیًّا﴾ ''جب اُس نے اپنے رب کو چپکے چپکے پکارا'' نادیٰ کے معنی ہیں دعا کی اور رغبت سے پکارا۔ (المحرر الوجیز: 4/4)

(2) سیدنا زکریا عَلَیۡہِ السَّلَامُ نے گوشۂ تنہائی میں اپنے رب سے اخلاص کے ساتھ دعا کی، دل کی بات کھول کر سامنے رکھی اور قربت کی حالت میں رب کو پکارا۔

سوال 2: سیدنا زکریا عَلَیۡہِ السَّلَامُ نے چھپی دعا کیوں کی تھی؟

جواب: (1) رب العزت نے فرمایا: ﴿اُدۡعُوۡا رَبَّکُمۡ تَضَرُّعًا وَّ خُفۡیَۃً ؕ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الۡمُعۡتَدِیۡنَ﴾ ''تم اپنے رب کو گڑگڑا کر اور چُپکے چُپکے سے پکارو، یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔'' (الاعراف: 55)

(2) چھپی دعا اخلاص پر مبنی ہوتی ہے اور ریا کاری سے دور ہوتی ہے۔ (مراغی: 29/6)

سوال 3: دعا کا دین میں کیا مقام ہے؟ انبیاء نے کیسے دعائیں کیں؟

جواب: (1) دعا مومن کا ہتھیار ہے۔

(2) ﴿اَمَّنۡ یُّجِیۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَ یَکۡشِفُ السُّوۡٓءَ وَ یَجۡعَلُکُمۡ خُلَفَآءَ الۡاَرۡضِ ؕ ءَاِلٰہٌ مَّعَ اللّٰہِ ؕ قَلِیۡلًا مَّا تَذَکَّرُوۡنَ﴾ یا وہ جو بے قرار کی دعا قبول کرتا ہے جب وہ اُسے پکارتا ہے؟ اور وہ تکلیف دور کرتا ہے اور تمہیں زمین کا جانشین بناتا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور معبود ہے؟ تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔'' (النمل:62)

(3) ایک شخص رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: ''یا رسول اللہ! آپ ہمیں کس چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں؟'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ کی طرف جو اکیلا ہے، جس کا کوئی شریک نہیں، جب تم کسی مشکل میں ہوتے ہو تو تمہاری مشکل کشائی کرتا ہے، جنگلوں میں راہ بھول کر اسے پکارتے ہو تو تمہاری راہ نمائی کرتا ہے، جب تمہاری کوئی چیز کھو جائے اور اس سے مانگو تو تمہیں لوٹا دیتا ہے، جب قحط سالی میں اس سے دعائیں مانگو تو موسلا دھار بارشیں برساتا ہے۔'' (مسند احمد)

(4) قرآن مجید نے ہمارے سامنے انبیاء کرام علیہم السلام کی بہت سی مثالیں رکھی ہیں کہ انہوں نے مصیبت، پریشانی اور آزمائش کے وقت اللہ تعالیٰ کو پکارا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی مصیبت اور تکلیف دور فرمائی۔ سیدنا یونس علیہ السلام اپنی قوم کو عذاب کی خبر دے کر چلے گئے خود ایک بھری ہوئی کشتی میں سوار ہوئے۔ بوجھ کی زیادتی کی وجہ سے قرعہ ڈالا گیا تو سیدنا یونس علیہ السلام کے نام نکلا، چنانچہ انہیں سمندر میں چھلانگ لگانی پڑی۔ جہاں ایک مچھلی نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہیں نگل لیا، تب سیدنا یونس علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو پکارنا شروع کیا۔

(5) رب العزت کا سیدنا یونس علیہ السلام کے بارے میں فرمان ہے: ﴿وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (87) فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۭ وَكَذٰلِكَ نُـْۨـجِي الْمُؤْمِنِيْنَ (88)﴾ اور مچھلی والے کو جب وہ غصے سے بھرا ہوا چلا گیا، پس اُس نے سمجھا کہ ہم اس پر ہرگز قابو نہ پاسکیں گے تو اُس نے اندھیروں میں پکارا: ''کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ پاک ہیں، یقیناً میں ہی ظالموں میں سے تھا۔'' چنانچہ ہم نے اُس کی دُعا قبول کی اور ہم نے اسے غم سے نجات دی اور ہم مومنوں کو اسی طرح نجات دیتے ہیں۔ (الانبیاء:87,88)

(6) ﴿فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ (143) لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (144)﴾ ''یقیناً پھر اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں نہ ہوتا۔ یقیناً وہ اُس دن تک مچھلی کے پیٹ میں رہتا جب وہ لوگ اُٹھائے جائیں گے۔'' (الصّٰفّٰت:143,144)

﴿قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَاۗىِٕكَ رَبِّ شَقِيًّا﴾

''زکریا نے کہا: ''اے میرے رب! یقیناً میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں اور سر بڑھاپے سے شعلے مارنے لگا ہے اور اے میرے رب! میں آپ کو پکارنے میں کبھی نامراد نہیں رہا'' (4)

سوال: ﴿قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَاۗىِٕكَ رَبِّ شَقِيًّا﴾ ''زکریا نے کہا: ''اے میرے رب! یقیناً میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں اور سر بڑھاپے سے شعلے مارنے لگا ہے اور اے میرے رب! میں آپ کو پکارنے میں کبھی نامراد نہیں رہا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) جب انہوں نے اپنے آپ کو کمزور ہوتے ہوئے دیکھا تو انہیں اس بات کا خدشہ لاحق ہوا کہ وہ اس حال میں وفات پا جائیں گے کہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بندوں کو ان کے رب کی طرف دعوت دینے اور ان کے ساتھ خیر خواہی کرنے میں ان کی نیابت کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ تو انہوں نے اپنے رب کے پاس اپنی ظاہری اور باطنی کمزوری کا شکوہ کیا اور اسے چپکے چپکے پکارا تا کہ یہ دعا اخلاص کے لحاظ سے اکمل وافضل ہو۔ (سعدی:1561/2)

(2) ﴿قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ﴾ ''زکریا نے کہا: ''اے میرے رب! یقیناً میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں'' ہڈیاں ڈھیلی پڑ جائیں تو سارا جسم ڈھیلا پڑ جاتا ہے ہڈیوں پر ہی جسم کا ڈھانچہ کھڑا ہوتا ہے۔

(3) ﴿وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا﴾ ''اور سر بڑھاپے سے شعلے مارنے لگا ہے'' اس سے مراد ہے کہ جیسے لکڑی کو آگ لگتی ہے ایسے ہی سر کو سفیدی کی آگ لگی ہوئی ہے اور سر تیزی سے اُس کی لپیٹ میں ہے۔ عنقریب اس میں کوئی سیاہ بال نہ رہے گا۔

(4) کیونکہ بڑھاپا ضعف اور کمزوری کی دلیل، موت کا ایلچی اور اس سے ڈرانے والا ہے۔ سیدنا زکریا علیہ السلام نے اپنے ضعف اور عجز کو اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ بنایا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ محبوب ترین وسیلہ ہے کیونکہ یہ بندے کے اپنی قوت واختیار سے برأت اور دل کے اللہ تعالیٰ کی قوت واختیار پر بھروسہ کرنے کے اظہار پر دلالت کرتا ہے۔ (سعدی:1561/2)

(5) ﴿وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِیًّا﴾ ''اور اے میرے رب! میں آپ کو پکارنے میں کبھی نامراد نہیں رہا'' اپنے رب کے سامنے سیدنا زکریا علیہ السلام نے اپنی کمزوری کو رکھ کر یہ بتایا ہے کہ میں آپ کی رحمت سے نا اُمید نہیں ہوں۔

(6) یعنی اے میرے رب! تو نے کبھی بھی میری دعا کو قبولیت سے محروم کر کے مجھے خائب وخاسر نہیں کیا بلکہ تو مجھے ہمیشہ عزت واکرام سے نوازتا اور میری دعا کو قبول کرتا رہا ہے۔ تیرا لطف وکرم ہمیشہ مجھ پر سایہ فگن رہا اور تیرے احسانات مجھ تک پہنچتے رہے۔ یہ سیدنا زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اپنی گزشتہ دعاؤں کی قبولیت کو بارگاہ الٰہی میں بطور وسیلہ پیش کیا۔ پس سیدنا زکریا علیہ السلام نے اس ہستی سے سوال کیا جس نے ماضی میں ان کو احسانات سے نوازا کہ وہ آئندہ بھی انہیں اپنی عنایات سے نوازے۔ (سعدی:1561/2)

(7) اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ سچی دُعا کیا ہے۔ (i) یہ دعا اس یقین کا اظہار ہے کہ سارے اختیارات اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ اسی کے دینے سے ملے گا، وہ نہ دے تو کچھ نہ ملے گا۔ (ii) اس دُعا کا رُخ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے جو حیرت انگیز طور پر پوری ہوگئی۔

﴿وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ وَكَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا﴾

''اور یقیناً میں اپنے پیچھے اپنے رشتے داروں سے خوف رکھتا ہوں اور شروع سے میری بیوی بانجھ ہے،

سو آپ مجھے اپنے پاس سے ایک وارث عطا فرمائیں'' (5)

سوال: ﴿وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ وَكَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا﴾ ''اور یقیناً میں اپنے پیچھے اپنے رشتے داروں سے خوف رکھتا ہوں اور شروع سے میری بیوی بانجھ ہے، سو آپ مجھے اپنے پاس سے ایک وارث عطا فرمائیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جواب: (1)﴿وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ﴾ ''اور یقیناً میں اپنے پیچھے اپنے رشتے داروں سے خوف رکھتا ہوں'' سیدنا زکریا علیہ السلام کو خوف تھا کہ اگر میرا کوئی وارث نہ ہوا جو اس مشن کو آگے پہنچائے اور میرے رشتہ داروں میں کوئی اس مشن کا اہل نہیں تو کہیں رشتے دار حق سے دُور نہ ہو جائیں۔

(2) یعنی مجھے خدشہ ہے کہ میری موت کے بعد بنی اسرائیل پر کون مقرر ہوگا؟ وہ تیرے دین کو اس طرح قائم نہیں کر سکیں گے جس طرح قائم کرنے کا حق ہے اور وہ تیرے بندوں کو تیری طرف دعوت نہیں دیں گے۔ اس سے ظاہر ہے کہ سیدنا زکریا علیہ السلام کو بنی اسرائیل میں کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آ رہا تھا جس میں یہ لیاقت ہو کہ وہ ان کی دینی سربراہی کی ذمہ داری اٹھا سکے۔

(3) اس سے سیدنا زکریا علیہ السلام کی شفقت اور خیر خواہی کا اظہار ہوتا ہے نیز اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے، کہ آپ کو بیٹے کی طلب عام لوگوں کے مانند نہ تھی، جس میں مجرد دنیاوی مصلحتیں مقصود ہوتی ہیں۔ آپ کی طلب تو صرف دینی مصالح کی بنا پر تھی آپ کو خدشہ تھا کہ کہیں دین ضائع نہ ہو جائے اور آپ کسی دوسرے کو اس منصب کا اہل نہیں سمجھتے تھے سیدنا زکریا علیہ السلام کا گھرانہ مشہور دینی گھرانوں میں سے تھا اور رسالت و نبوت کا گھر شمار ہوتا تھا اور اس گھرانے سے ہمیشہ بھلائی کی امید رکھی جاتی تھی، اس لئے سیدنا زکریا علیہ السلام نے دعا کی کہ وہ انہیں بیٹا عطا کرے جو ان کے بعد دینی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھا سکے۔ (سعدی: 2/1561،1562)

(4)﴿وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا﴾ ''اور شروع سے میری بیوی بانجھ ہے'' یعنی میری بیوی بانجھ ہے اور میں خود بوڑھا ہو گیا ہوں۔

(5)﴿فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا﴾ ''سو آپ مجھے اپنے پاس سے ایک وارث عطا فرمائیں'' یعنی میری نبوت کا بھی وارث ہو اور آل یعقوب کا بھی وارث ہو۔

(6)﴿مِنْ لَّدُنْكَ﴾ ''اپنے پاس سے'' سے مراد ہے کہ ظاہری اسباب ختم ہو چکے ہیں لیکن اپنے خاص فضل سے مجھے خود عطا فرما دے۔ ایک اور مقام پر ان کی دعا کا تذکرہ ہے۔﴿هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ﴾ ''وہیں زکریا نے اپنے رب کو پکارا، اس نے کہا: ''اے میرے رب! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما بلاشبہ تو ہی دُعا کا خوب سننے والا ہے۔'' (آل عمران: 38) اور سورہ الانبیاء میں فرمایا: ﴿وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ﴾ ''اور زکریا کو جب اس نے اپنے رب کو پکارا: ''اے میرے رب! آپ مجھے اکیلا نہ چھوڑنا اور آپ سب وارثوں میں سے بہترین ہیں۔'' (الانبیاء: 89)

﴿يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا﴾

''جو میرا بھی وارث ہو اور آلِ یعقوب کا بھی اور اے میرے رب! اسے پسندیدہ انسان بنا'' (6)

سوال: ﴿يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا﴾ ''جو میرا بھی وارث ہو اور آلِ یعقوب کا بھی اور اے میرے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رب! اسے پسندیدہ انسان بنا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿یَّرِثُنِیۡ وَیَرِثُ مِنۡ اٰلِ یَعۡقُوۡبَ﴾ ''جو میرا بھی وارث ہو اور آلِ یعقوب کا بھی وارث ہو'' اس سے مراد یہ ہے کہ مجھے ایسا لائق بیٹا مل جائے جو میرا اور پیغمبرانہ مشن کا وارث ہو۔

(2)﴿وَاجۡعَلۡهُ رَبِّ رَضِیًّا﴾ ''اور اے میرے رب! اسے پسندیدہ انسان بنا'' یعنی اسے نیک بندہ بنا جس سے تو راضی ہو اور تو اسے اپنے بندوں کا محبوب بنا دے۔ غرضیکہ سیدنا زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے صالح بیٹے کی دعا کی جو ان کے مرنے کے بعد باقی رہے، جو ان کا ولی اور وارث بنے، اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے نزدیک نہایت پسندیدہ اور نبی ہو۔ یہ اولاد کی بہترین صفات ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندے پر بے پایاں رحمت ہے کہ اسے ایسا نیک بیٹا عطا کرے جو مکارم اخلاق اور قابل ستائش عادات کا جامع ہو۔ (سعدی: 1562/2)

(3) سیدنا زکریا علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے وہ جانتے تھے کہ اس کائنات کی اصل حقیقت اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ وہ چاہتے تھے کہ رب کائنات کا پسندیدہ بیٹا مل جائے گا تو میرے لیے مضبوط سہارا ہوگا، صدقہ جاریہ ہوگا۔

﴿یٰزَکَرِیَّاۤ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۨاسۡمُهٗ یَحۡیٰی ۙ لَمۡ نَجۡعَلۡ لَّهٗ مِنۡ قَبۡلُ سَمِیًّا﴾

''اے زکریا! یقیناً ہم آپ کو ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا، اس سے پہلے ہم نے اس کا کوئی ہم نام نہیں بنایا'' (7)

سوال: ﴿یٰزَکَرِیَّاۤ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۨاسۡمُهٗ یَحۡیٰی ۙ لَمۡ نَجۡعَلۡ لَّهٗ مِنۡ قَبۡلُ سَمِیًّا﴾ ''اے زکریا! یقیناً ہم آپ کو ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا، اس سے پہلے ہم نے اس کا کوئی ہم نام نہیں بنایا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿یٰزَکَرِیَّاۤ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۨاسۡمُهٗ یَحۡیٰی﴾ ''اے زکریا! یقیناً ہم آپ کو ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا'' اللہ رب العزت نے سیدنا زکریا علیہ السلام کو خوشخبری سنائی کہ آپ کی دعا قبول ہوئی۔

(2) سیدنا زکریا علیہ السلام کو بتایا گیا کہ آپ کے ہاں بیٹے کی ولادت ہوگی جس کا نام یحییٰ ہوگا۔

(3)﴿لَمۡ نَجۡعَلۡ لَّهٗ مِنۡ قَبۡلُ سَمِیًّا﴾ ''اس سے پہلے ہم نے اس کا کوئی ہم نام نہیں بنایا'' یعنی اس سے پہلے کسی شخص کا نام یحییٰ نہیں رکھا گیا۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿هُنَالِكَ دَعَا زَکَرِیَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡكَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِیۡعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾ فَنَادَتۡهُ الۡمَلٰٓئِکَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ یُّصَلِّیۡ فِی الۡمِحۡرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكَ بِیَحۡیٰی مُصَدِّقًاۢ بِکَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَیِّدًا وَّحَصُوۡرًا وَّنَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۳۹﴾﴾ ''وہیں زکریا نے اپنے رب کو پکارا، اس نے کہا: ''اے میرے رب! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما بلاشبہ تو ہی دُعا کا خوب سننے والا ہے۔ چنانچہ فرشتوں نے اس کو آواز دی جب کہ وہ عبادت خانے میں کھڑے نماز ادا کر رہے تھے: ''بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو یحییٰ کی خوش خبری دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ایک کلمے (عیسیٰ) کی تصدیق کرنے والا اور سردار اور اپنے اوپر بہت ضبط رکھنے والا ہوگا اور

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

نیک لوگوں میں سے نبی ہوگا۔'' (آل عمران:38,39) (5) سیدنا یحییٰ اسم با مسمیٰ تھے۔

(6) یعنی اس سے پہلے کسی کا یہ نام نہیں رکھا گیا اور یہ احتمال بھی ہے کہ اس کے معنی یہ ہوں سیدنا یحییٰ علیہ السلام سے پہلے آپ جیسا کوئی نہیں بنایا، تب یہ ان کی کاملیت اور اوصاف حمیدہ سے ان کے متصف ہونے کی بشارت ہے، نیز یہ کہ سیدنا یحییٰ علیہ السلام اپنے سے پہلے تمام لوگوں پر فوقیت رکھتے ہیں۔ مگر اس احتمال کے مطابق، اس عموم میں سے سیدنا ابراہیم، سیدنا موسیٰ اور سیدنا نوح علیہم السلام اور ان جیسے دیگر انبیاء کرام کو مخصوص کرنا ہوگا جو قطعی طور پر سیدنا یحییٰ علیہ السلام سے افضل ہیں۔ (سعدی:1563/2)

﴿قَالَ رَبِّ اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِیًّا﴾

زکریا نے کہا: ''اے میرے رب! میرے لیے لڑکا کیسے ہوگا؟ جب کہ میری بیوی شروع سے بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی آخری حد تک پہنچ گیا ہوں'' (8)

سوال 1: ﴿قَالَ رَبِّ اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِیًّا﴾ ''زکریا نے کہا: ''اے میرے رب! میرے لیے لڑکا کیسے ہوگا؟ جب کہ میری بیوی شروع سے بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی آخری حد تک پہنچ گیا ہوں۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ ''زکریا نے کہا'' جب سیدنا زکریا کی دعا قبول ہوگئی اور بیٹے کی بشارت ملی تو تعجب کرتے ہوئے کہنے لگے۔

(2) ﴿رَبِّ اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ﴾ ''اے میرے رب! میرے لیے لڑکا کیسے ہوگا؟ یعنی ان حالات میں کہ جذبہ قوی ہے، بیٹے کی شدید خواہش ہے مگر ظاہری اسباب مفقود ہیں تعجب سے انہوں نے کہا۔

(3) ﴿وَّكَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا﴾ ''جب کہ میری بیوی شروع سے بانجھ ہے'' یعنی میری بیوی شروع سے ہی اولاد پیدا کرنے کے قابل نہیں اور اب تو وہ بوڑھی ہو چکیں۔

(4) ﴿وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِیًّا﴾ ''اور میں بڑھاپے کی آخری حد تک پہنچ گیا ہوں۔'' اور ادھر صورت حال یہ ہے کہ میری ہڈیاں خشک ہو چکیں، اعضاء کمزور ہو گئے، میں صحبت کرنے کے قابل بھی نہیں رہا۔

(5) یعنی بڑھاپے میں بانجھ جوڑے کے یہاں اولاد کا جنم لینا حیرت انگیز عمل ہے۔

﴿قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَیْـًٔا﴾

''کہا ایسا ہی ہوگا، آپ کے رب نے فرمایا کہ مجھ پر وہ بہت آسان ہے اور یقیناً میں اس سے پہلے آپ کو پیدا کر چکا ہوں حالانکہ آپ کچھ بھی نہ تھے'' (9)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال1:﴿قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَقَدۡ خَلَقۡتُكَ مِنۡ قَبۡلُ وَلَمۡ تَكُ شَيۡـًٔا﴾ ''کہا ایسا ہی ہوگا، آپ کے رب نے فرمایا کہ مجھ پر وہ بہت آسان ہے اور یقیناً میں اس سے پہلے آپ کو پیدا کر چکا ہوں حالانکہ آپ کچھ بھی نہ تھے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ﴾ ''کہا ایسا ہی ہوگا، آپ کے رب نے فرمایا کہ مجھ پر وہ بہت آسان ہے'' فرشتوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹا دینے کا فیصلہ کرلیا ہے اور اب ایسے ہی ہوگا اور یہ اللہ تعالیٰ کے لیے مشکل نہیں جو رب بانجھ عورت کو اولاد کے قابل نہیں رہنے دیتا۔ اس کے لیے اولاد کے قابل بنانا مشکل کام نہیں۔ پھر جو رب عدم سے وجود میں لاسکتا ہے وہ ظاہری اسباب کے بغیر بیٹا عطا کرسکتا ہے۔(2) یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت اسباب کے بغیر وجود میں لاسکتی ہے اس لیے یہ اس کے لیے بہت آسان ہے۔

(3)﴿وَقَدۡ خَلَقۡتُكَ مِنۡ قَبۡلُ وَلَمۡ تَكُ شَيۡـًٔا﴾ ''اور یقیناً میں اس سے پہلے آپ کو پیدا کر چکا ہوں حالانکہ آپ کچھ بھی نہ تھے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت کو اپنے وجود میں دیکھو، تمہارا نام ونشان تک نہ تھا پھر اس نے پیدا کیا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿هَلۡ اَتٰى عَلَى الۡاِنۡسَانِ حِيۡنٌ مِّنَ الدَّهۡرِ لَمۡ يَكُنۡ شَيۡـًٔا مَّذۡكُوۡرًا﴾ ''کیا انسان پر زمانے میں سے کوئی وقت ایسا بھی آیا ہے جب وہ قابلِ ذکر چیز ہی نہ تھا؟ (الدھر:1)

﴿قَالَ رَبِّ اجۡعَلۡ لِّيۡۤ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا﴾

''زکریا نے کہا: ''اے میرے رب! آپ میرے لیے کوئی نشانی مقرر فرمائیں۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تیرے لیے نشانی یہ ہے کہ تندرست ہوتے ہوئے تین راتیں لوگوں سے بات نہ کرے گا'' (10)

سوال:﴿قَالَ رَبِّ اجۡعَلۡ لِّيۡۤ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا﴾ ''زکریا نے کہا: ''اے میرے رب! آپ میرے لیے کوئی نشانی مقرر فرمائیں'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تیرے لیے نشانی یہ ہے کہ تندرست ہوتے ہوئے تین راتیں لوگوں سے بات نہ کرے گا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ رَبِّ اجۡعَلۡ لِّيۡۤ اٰيَةً﴾ ''زکریا نے کہا: ''اے میرے رب! آپ میرے لیے کوئی نشانی مقرر فرمائیں'' سیدنا زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے میرے رب! مجھے اس وعدے کی کوئی نشانی بتادیں تاکہ میرے دل کو اطمینان ہو۔

(2) یہ اللہ تعالیٰ کی بشارت میں شک نہیں ہے بلکہ ویسے ہی ہے جیسے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا:﴿وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيۡ كَيۡفَ تُحۡيِ الۡمَوۡتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمۡ تُؤۡمِنۡ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰـكِنۡ لِّيَطۡمَئِنَّ قَلۡبِىۡ ؕ قَالَ فَخُذۡ اَرۡبَعَةً مِّنَ الطَّيۡرِ فَصُرۡهُنَّ اِلَيۡكَ ثُمَّ اجۡعَلۡ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنۡهُنَّ جُزۡءًا ثُمَّ ادۡعُهُنَّ يَاۡتِيۡنَكَ سَعۡيًا ؕ وَاعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ﴾ اور جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا: ''اے میرے رب! مجھے دکھا کہ تو مُردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور کیا تو یقین نہیں رکھتا؟'' اُس نے کہا: ''کیوں نہیں؟ لیکن اس لیے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تو پرندوں میں سے چار لے کر انہیں اپنے سے مانوس کرو پھر ہر پہاڑ پر ان کا ایک ٹکڑا رکھ دو پھر انہیں بلاؤ وہ تمہاری طرف بھاگتے چلے آئیں گے۔'' اور جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ (البقرۃ:260)

(3) نشانی مانگنے کی وجہ دل کا اطمینان تھا تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکرادا کر سکیں۔

(4) ﴿قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تیرے لیے نشانی یہ ہے کہ تندرست ہوتے ہوئے تین راتیں لوگوں سے بات نہ کرے گا۔'' اللہ تعالیٰ نے نشانی بتادی کہ تم تین دن تک کسی سے بات نہیں کر پاؤ گے حالانکہ نہ تمہیں کوئی نقص لاحق ہوگا ، نہ بیماری، نہ تم گونگے ہو گے بلکہ تم صحیح سلامت اور تندرست ہو گے۔ لیکن بولنے سے عاجز ہو گے۔ اور سیدنا زکریا علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دلیل مل گئی وہ کلام سے عاجز ہو گئے۔ لوگوں سے تو کلام نہیں کر سکتے تھے مگر تسبیح اور ذکر کر سکتے تھے۔ سبحان اللہ

(5) اسی کا تذکرہ سورۃ آل عمران میں ملتا ہے ﴿قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ۭ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاۗءُ (٤٠) قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ۭ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ (٤١)﴾ زکریا نے کہا: ''اے میرے رب! میرے ہاں بیٹا کیسے ہوگا حالانکہ یقیناً مجھ تک بڑھاپا آ پہنچا ہے اور میری بیوی بانجھ ہے؟'' (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: ''اسی طرح اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔'' زکریا نے کہا: ''اے میرے رب! میرے لیے کوئی نشانی بتا دیں،'' (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: ''آپ کے لیے نشانی یہ ہے کہ تین دن تک لوگوں سے کچھ اشاروں کے سوا باتیں نہ کر سکو گے اور اپنے رب کو کثرت سے یاد کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح بیان کرو۔'' (آل عمران:40,41)

﴿فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا﴾

''تو وہ اپنے کمرہ عبادت سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آیا، پس ان کی طرف اشارہ کیا کہ صبح وشام تسبیح کرو'' (11)

سوال: ﴿فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا﴾ ''تو وہ اپنے کمرہ عبادت سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آیا، پس ان کی طرف اشارہ کیا کہ صبح وشام تسبیح کرو'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ﴾ ''تو وہ اپنے کمرہ عبادت سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آیا'' سیدنا زکریا علیہ السلام محراب سے یعنی کمرہ عبادت سے نکل کر باہر لوگوں کے پاس آئے جہاں انہیں بیٹے کی بشارت ملی تھی۔

(2) ﴿فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا﴾ ''پس ان کی طرف اشارہ کیا کہ صبح وشام تسبیح کرو'' سیدنا زکریا علیہ السلام نے لوگوں کو اشارے سے کہا کہ میری طرح آپ لوگ بھی صبح وشام اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرتے رہو اور اس عظیم نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرو کیونکہ سیدنا یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش میں سب لوگوں کے حق میں دینی مصلحت تھی۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا﴾

''اے یحییٰ! کتاب کو مضبوطی سے پکڑو'' اور ہم نے اسے بچپن میں دین کی سمجھ عطا کی تھی (12)

سوال1: ﴿يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا﴾ ''اے یحییٰ! کتاب کو مضبوطی سے پکڑو'' اور ہم نے اسے بچپن میں دین کی سمجھ عطا کی تھی'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی بشارت کے مطابق سیدنا یحییٰ کی ولادت ہوئی اور یہ ان کے شباب اور ان کی عمدہ تربیت پر دلیل ہے کہ رب العزت نے حکم دیا۔

(2) ﴿يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ﴾ ''اے یحییٰ! کتاب کو مضبوطی سے پکڑو'' یعنی اللہ تعالیٰ کی کتاب کو قوت، کوشش، محنت اور شوق سے پکڑے رکھیں۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو قوت سے پکڑنے کے لیے اس کے الفاظ اور ان کے معنی کی گہرائی کو سمجھیں، اس پر عمل کرنے کے لیے، اس کے احکامات کو سمجھیں۔ پوری محنت کوشش اور شوق سے ہر حکم پر اسی طرح عمل پیرا ہوں جیسا کہ رب العزت نے حکم دیا اور نواہی سے مکمل طور پر اجتناب کریں۔ یہ ہے کتاب اللہ کو قوت سے کامل طور پر پکڑنا۔ سیدنا یحییٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی مکمل طور پر تعمیل کی۔ انہوں نے کتاب اللہ کو حفظ کیا۔ اس کا فہم حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی ذہانت عطا فرمائی تھی جو کسی اور کو نہ دی تھی۔ اور انہوں نے کتاب اللہ کو مضبوطی سے پکڑنے کا حق ادا کر دیا۔ الٰہی ہمیں بھی کتاب اللہ کو مضبوطی سے تھامنے کی توفیق عطا فرمانا۔ آمین

سوال2: ﴿وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا﴾ ''اور ہم نے اسے بچپن میں دین کی سمجھ عطا کی تھی'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا﴾ ''اور ہم نے اسے بچپن میں دین کی سمجھ عطا کی تھی'' حکم سے مراد عقل وشعور، دانائی، اللہ تعالیٰ کے احکامات کا فہم، نبوت، علم و عمل کا یکجا ہونا مراد ہے۔ امام شوکانی رحمہ اللہ کی رائے میں حکم میں ساری باتیں ہی داخل ہیں۔

(2) اللہ رب العزت نے بچپن ہی سے انہیں اپنے احکامات اور ان کی حکمتوں کی سمجھ عطا فرمائی انہیں علم، فہم، عزم، نیکیوں کا شوق، رغبت اور ان کے حصول کے لیے محنت اور انتہائی کوشش کرنے کے جذبے سبھی کچھ عطا کر دیا تھا۔

(3) سیدنا یحییٰ چھوٹے تھے تو بچوں نے انہیں کھیلنے کے لیے بلایا تو انہوں نے کہا ہم کھیلنے کے لیے پیدا نہیں کیے گئے۔ (مراغی: 33/6)

﴿وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ؕ وَكَانَ تَقِيًّا﴾

''اور اپنی جناب سے اسے نرم دلی اور پاکیزگی عطا کی تھی اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا تھا'' (13)

سوال: ﴿وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ؕ وَكَانَ تَقِيًّا﴾ ''اور اپنی جناب سے اسے نرم دلی اور پاکیزگی عطا کی تھی اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا تھا'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جواب: (1) ﴿وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا﴾ ''اور اپنی جناب سے اسے نرم دلی عطا کی تھی'' حنان سے مراد رحمت، رافت، شفقت، نرم دلی اور مہربانی ہے۔

(2) سیدنا یحییٰ علیہ السلام کو نرم دلی کے لیے تکلیف نہیں کرنی پڑی انہیں فطرت ثانیہ کے طور پر ہی نرم دلی عطا کی گئی جس کی وجہ سے ان کے حالات کی اصلاح ہوئی، ان کے اعمال اور معاملات درست اور آسان ہوئے۔ نرم دلی انبیاء کی بنیادی صفات میں سے ہے اور مبلغ کی بنیادی ضرورت ہے۔

(3) نرم دلی کی وجہ سے معاملات آسان ہو جاتے ہیں، لوگوں کے دلوں میں گہری محبت پیدا ہو جاتی ہے، لوگ داعی کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں اور اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں۔ رب العزت نے نبی ﷺ کے لیے فرمایا: ﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ﴾ ''پس اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہی کی وجہ سے آپ ان کے لیے نرم ہو گئے ہیں اور اگر آپ بد خُلق اور سخت دل ہوتے تو یقیناً وہ آپ کے آس پاس سے منتشر ہو جاتے، سو آپ انہیں معاف کر دیں اور اُن کے لئے بخشش مانگیں اور معاملات میں ان سے مشورہ کریں، پھر جب آپ پختہ ارادہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بھروسہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔'' (آل عمران: 159)

(4) ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''بلاشبہ تمہارے پاس یقیناً تم ہی میں سے ایک عظیم رسول آیا ہے اُس پر گراں ہے جو تم مشقت میں پڑو، تم پر بہت حرص رکھنے والا ہے، مومنوں پر بہت شفقت کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔'' (التوبہ: 128)

(5) اس اخلاقی وصف کی تعلیم نبی ﷺ نے لوگوں کو دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نرمی جس چیز میں ہو اس کو زینت دیتی ہے اور جس چیز سے الگ کر لی جاتی ہے اس کو بدنما بنا دیتی ہے۔ (صحیح مسلم کتاب البر والصلہ)

(6) ﴿وَزَكٰوةً﴾ ''اور پاکیزگی عطا کی تھی'' زکوٰۃ سے مراد پاکیزگی، طہارت، پاک دامنی، گناہوں اور آفتوں سے پاکیزگی، دل اور عقل کی پاکیزگی ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ کا ترجمہ برکت سے کیا ہے (مختصر ابن کثیر: 1125/2) یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں باعث برکت بنایا، زندگی بھر نیک رہے، گناہوں سے کنارہ کشی کی اللہ تعالیٰ نے سیدنا یحییٰ علیہ السلام کو گناہوں اور آفتوں سے پاک کیا تھا جس کی وجہ سے وہ برے اخلاق، بری صفات سے پاک ہو گئے اور اخلاق حسنہ اور صفات حمیدہ کے حامل ہو گئے۔

(7) ﴿وَكَانَ تَقِيًّا﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا تھا'' وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل کرنے والے اور نواہی کو ترک کرنے والے تھے۔

(8) متقی انسان اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرتا ہے اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کے نواہی سے رکتا ہے۔

(9) جو مومن تقویٰ اختیار کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا ولی اور اہل جنت میں سے ہوتا ہے۔

(10) نبی ﷺ لوگوں کو تقویٰ کی وصیت کرتے تھے۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جہاں بھی رہو اللہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سے ڈرو، برائی کے بعد (جو تم سے ہو جائے) بھلائی کرو جو برائی کو مٹادے۔ اور لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آؤ۔ (جامع ترمذی:1987)

(11) سیدنا عامر بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنے اونٹوں میں (موجود) تھے کہ اسی دوران ان کا بیٹا عمر آیا تو جب سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا تو فرمایا: میں سوار کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں تو جب وہ اترا تو سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ کیا آپ اونٹ اور بکریوں میں رہنے لگے ہیں اور لوگوں کو چھوڑ دیا اور وہ ملک کی خاطر جھگڑ رہے ہیں تو سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: خاموش ہو جا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے سے پیار کرتا ہے جو پرہیز گار اور غنی ہے اور ایک کونے میں چھپ کر بیٹھا ہے (یعنی شہرت اور نمود و نمائش سے اجتناب کرنے والا ہو)۔ (صحیح مسلم:7432)

﴿وَّبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا﴾

''اور اپنے والدین سے نیکی کرنے والا تھا اور سرکش، نافرمان نہیں تھا'' (14)

سوال: ﴿وَّبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا﴾ ''اور اپنے والدین سے نیکی کرنے والا تھا اور سرکش، نافرمان نہیں تھا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّبَرًّا بِوَالِدَيْهِ﴾ ''اور اپنے والدین سے نیکی کرنے والا تھا'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا یحییٰ کی صفات میں سے ایک اور پیدائشی صفت کی وضاحت فرمائی ہے کہ وہ اپنے والدین سے حسن سلوک کرنے والے، ان کی اطاعت اور خدمت کرنے والے تھے۔ وہ اپنے قول اور فعل سے حسن سلوک کرتے تھے۔ ان سے کبھی برائی اور ترش روئی سے پیش نہیں آتے تھے۔

(2) ﴿وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا﴾ ''اور سرکش، نافرمان نہیں تھا'' سیدنا یحییٰ علیہ السلام سرکش، خودسر اور نافرمان نہیں تھے۔ یعنی نہ تو ان کے اندر تکبر تھا، نہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روگردانی کرنے والے تھے۔ وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے بندوں کے مقابلے میں بڑا نہیں سمجھتے تھے۔ والدین کے سامنے عاجزی اور تواضع اختیار کرتے تھے۔ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حضور جھکنے والے تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کرنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں ہر طرح کے معاملات میں سلامتی عطا کی گئی تھی۔

﴿وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا﴾

''اور سلام اس پر جس دن وہ پیدا ہوا اور جس دن وہ مرے گا اور جس روز زندہ کر کے اٹھایا جائے گا'' (15)

سوال: ﴿وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا﴾ ''اور سلام اس پر جس دن وہ پیدا ہوا اور جس دن وہ مرے گا اور جس روز زندہ کر کے اٹھایا جائے گا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا﴾ ''اور سلام اس پر جس دن وہ پیدا ہوا اور جس دن وہ مرے گا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور جس روز زندہ کر کے اٹھایا جائے گا" اللہ تعالیٰ نے تین وحشت کے مواقع پر سلامتی کی خبر دی ہے جو شیطان اور اس کے شر اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے سلامتی کی خبر ہے اور یہ کہ وہ دار السلام یعنی جنت میں ہیں۔

(2) انسان کی زندگی کے تین وحشت ناک مواقع ہیں ایک جب وہ پیدا ہوتا ہے دوسرے جب اسے موت آتی ہے تیسرے جب اسے قبر سے زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔ کسی شاعر نے کہا "تیری ماں نے تجھے جنم دیا تو تو رو رہا تھا چیخ رہا تھا اور تیرے آس پاس لوگ خوشی سے ہنس رہے تھے۔ تو اپنے لیے کوشش کر کہ جب تیرے مرنے کے دن وہ رو رہے ہوں تو خوش ہو اور ہنس رہا ہو۔"

(3) تینوں مواقع پر اللہ تعالیٰ نے سیدنا یحییٰ علیہ السلام کو امن اور سلامتی کا پیغام عطا فرما کر ان کی عزت اور حوصلہ افزائی فرمائی۔ (ابن جریر)

(4) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ہر شخص جب اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو گناہ گار ہو گا کوئی ایسا شخص نہیں ہو گا جو گناہوں سے بچا ہو مگر سیدنا یحییٰ علیہ السلام گناہوں سے پاک اور صاف ہوں گے۔ آپ نے کبھی کوئی گناہ کیا ہی نہیں اور نہ آپ کے دل میں کبھی کسی عورت کا تصور آیا۔ (عبد الرزاق)

(5) اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں سیدنا یحییٰ علیہ السلام اور ان کے والد اور تمام انبیاء پر۔ رب العزت سے دعا ہے ہمیں انبیاء علیہم السلام کے پیروکاروں میں شامل فرمائے یقیناً وہ کریم ہے، رحیم ہے، سخی ہے، کرم کرنے والا ہے۔

رکوع نمبر 2

﴿وَاذۡكُرۡ فِى الۡكِتٰبِ مَرۡيَمَ‌ ۘ اِذِ انْتَبَذَتۡ مِنۡ اَهۡلِهَا مَكَانًا شَرۡقِيًّا ۙ‏﴾

"اور اس کتاب میں مریم کا ذکر کرو، جب کہ وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر مشرقی جانب چلی گئی" (16)

سوال 1: ﴿وَاذۡكُرۡ فِى الۡكِتٰبِ مَرۡيَمَ﴾ "اور اس کتاب میں مریم کا ذکر کرو" سیدہ مریم کا قرآن مجید میں جو ذکر خیر آیا ہے، اس کو وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاذۡكُرۡ فِى الۡكِتٰبِ﴾ "اور اس کتاب میں ذکر کرو" یعنی قرآن مجید میں ذکر کرو۔ ﴿مَرۡيَمَ﴾ "مریم کا" یہ سیدہ مریم کی سب سے بڑی فضیلت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب میں ان کے نام اور ان کے حالات کا ذکر ہے جس کو دنیا کے گوشے گوشے کے مسلمان تلاوت کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں جہانوں کے بادشاہ نے ان کی مدح وثناء کی ہے یہ ان کے اعمال حسنہ اور زندگی کی کمال درجے کی جدوجہد کی جزا ہے۔

(2) سیدہ مریم علیہا السلام، سیدنا داؤد علیہ السلام کے خاندان میں عمران کی بیٹی تھیں۔ جو ایک پاکیزہ اسرائیلی گھرانہ تھا۔ ان کی پیدائش سے پہلے ان کی والدہ نے نذر مانی تھی کہ اپنے پیٹ کا بچہ رب کی نذر کر دوں گی پھر جب بیٹی نے جنم لیا تو پریشان ہو گئیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اُس بیٹی کو بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قبول کرلیا یوں پہلی بچی ہیکل کی نذر کی گئی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّيْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِيْ بَطْنِيْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٣٥﴾ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰى ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ۭ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى ۚ وَاِنِّيْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَاِنِّىْٓ اُعِيْذُھَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿٣٦﴾﴾ جب عمران کی بیوی نے کہا: ''اے میرے رب! جو میرے پیٹ میں ہے، میں نے نذر مانی ہے کہ تیرے لیے آزاد چھوڑا ہوا ہوگا۔ پس آپ مجھ سے قبول فرمائیں، یقیناً آپ سب کچھ سننے والے، سب کچھ جاننے والے ہیں۔'' پھر جب اس نے بچے کو جنم دیا تو کہا: ''اے میرے رب! میں نے تو لڑکی کو جنم دیا'' حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا تھا جو اس نے جنم دیا ''اور لڑکا تو لڑکی جیسا نہیں ہوتا، اور بلاشبہ میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور یقیناً میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔'' (آل عمران:35,36)

(3) سیدہ مریم علیہا السلام وہ خاتون ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ایک بڑی خدمت کے لیے منتخب کیا۔ انہیں بن باپ کے بچہ عطا کیا اور یوں وہ اللہ تعالیٰ کے نبی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ بنیں۔ سیدہ مریم علیہا السلام قوم کے سردار کی بیٹی تھیں مگر وہ ان کی پیدائش کے وقت وفات پا چکے تھے۔ سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ سیدہ حنہ نے نذر مانی تو رب نے ان کی بیٹی کو قبول کر لیا اور ان کی عمدہ طریقے سے پرورش کی اور سیدنا زکریا علیہ السلام کو ان کا سرپرست بنایا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۭ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَھَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ ھٰذَا ۭ قَالَتْ ھُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ ''سو اس کے رب نے اسے اچھی قبولیت کے ساتھ قبول فرمایا اور اس کی بہترین پرورش کی اور زکریا کو اس کا سرپرست بنایا۔ زکریا جب کبھی اس کے پاس عبادت خانے میں آتے اس کے پاس رزق پاتے، وہ پوچھتے مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آیا؟ وہ کہتیں یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔'' (آل عمران:37) ان کی کفالت کی ذمہ داری کے لیے معزز ترین قوم میں سے بہت سے افراد کی خواہش تھی کہ اللہ تعالیٰ کے لیے آزاد کی گئی بیٹی کی پرورش کا شرف اسے ملے لہٰذا قرعہ اندازی کی گئی تو یہ شرف سیدنا زکریا علیہ السلام کے حصے میں آیا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۭ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَھُمْ اَيُّھُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۠ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ﴾ ''یہ غیب کی کچھ خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں ورنہ آپ ان کے پاس موجود نہیں تھے جب وہ اپنے قلم ڈال رہے تھے کہ ان میں سے کون مریم کی سرپرستی کرے گا اور نہ ہی آپ اس وقت ان کے پاس تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے۔'' (آل عمران:44) قرعہ اندازی کے نتیجے میں سیدنا زکریا علیہ السلام ان کے سرپرست تسلیم کر لیے گئے۔ یہ ان کا شرعی حق بھی تھا اور قرعہ اندازی سے ثابت بھی ہو گیا۔ یوں سیدہ مریم ہیکل میں پرورش پانے لگیں۔ سیدنا زکریا علیہ السلام ان کی عبادت گزاریوں اور رب کی کرم نوازیوں کو دیکھتے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَھَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ ھٰذَا ۭ قَالَتْ ھُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٧﴾﴾ ''زکریا جب کبھی اس کے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

پاس عبادت خانے میں آتے اس کے پاس رزق پاتے، وہ پوچھتے مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آیا؟ وہ کہتیں یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔'' (آل عمران:37)

(4) سیدنا زکریا علیہ السلام نے سیدہ مریم علیہا السلام کے لیے مسجد میں ایک جگہ مقرر کر دی تھی جہاں ان کے سوا کوئی نہیں جاتا تھا۔ وہ وہاں دن رات عبادت میں مشغول رہتی تھیں حتیٰ کہ ان کی عبادت گزاری ضرب المثل بن گئی۔ سیدہ مریم علیہا السلام مسجد کی خدمت کے فرائض بھی انجام دیتی تھیں۔ ان کی کریمانہ عادات اور اعلیٰ صفات لوگوں میں مشہور ہو گئیں۔ سیدنا زکریا علیہ السلام جب کبھی انکے حجرہ عبادت میں تشریف لے جاتے تو انہیں بے موسم کے پھل دیکھ کر حیرت ہوتی تھی گرمیوں میں سردیوں کے پھل اور سردیوں میں گرمیوں کے پھل موجود ہوتے تھے جب کہ ان دنوں میں پھلوں کو محفوظ رکھنے کے انتظامات بھی نہیں ہوتے تھے۔ سیدنا زکریا علیہ السلام ان سے پوچھتے تھے اے مریم! تیرے پاس یہ رزق کہاں سے آیا ہے؟ وہ جواب دیتیں اللہ تعالیٰ کے پاس سے یقیناً وہ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔ کرامت دیکھ کر سیدنا زکریا علیہ السلام کے دل میں بیٹے کی خواہش پیدا ہوئی حالانکہ وہ بہت بوڑھے ہو چکے تھے۔ اس دعا کا تذکرہ قرآن مجید میں یوں ہے ﴿هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ ۖ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۖ إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ﴾ وہیں زکریا نے اپنے رب کو پکارا، اس نے کہا: ''اے میرے رب! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما بلاشبہ تو ہی دُعا کا خوب سننے والا ہے۔'' (آل عمران:38)

(5) **سیدہ مریم کا تمام خواتین عالم کے مقابلے میں انتخاب:** اللہ رب العزت نے سیدہ مریم علیہا السلام کو چن لیا، انہیں پاک کیا اور دنیا بھر کی عورتوں میں سے اس شرف کے لیے انہیں منتخب کیا کہ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ بغیر باپ کے بچہ پیدا کرنے کی قدرت کا اظہار کرے گا اور انہیں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی خوشخبری دی کہ وہ معزز نبی ہوں گے جو مستقبل میں بنی اسرائیل کے رسول اور ان کے راہ نما بننے والے تھے اور انہیں توحید کی دعوت دینے والے تھے۔

(6) رب العزت نے سیدہ مریم علیہا السلام کو حکم دیا کہ وہ کثرت سے عبادت، رکوع اور سجدوں میں مشغول رہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے معزز مقام پانے کی مستحق ہوں اور اس نعمت پر اس کا شکر ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں وہ بہت طویل قیام کرتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر اور ان کے والدین پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلَىٰ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ ﴿٤٢﴾ يَا مَرْيَمُ اقْنُتِي لِرَبِّكِ وَاسْجُدِي وَارْكَعِي مَعَ الرَّاكِعِينَ ﴿٤٣﴾﴾ ''اور جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ کو برگزیدہ بنایا ہے اور آپ کو پاک کیا ہے اور سب جہانوں کی عورتوں پر آپ کو منتخب کیا ہے۔ اے مریم! اپنے رب کی اطاعت کرو، سجدے کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔'' (آل عمران:42,43)

(7) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چار خواتین تمام جہانوں کی عورتوں سے افضل ہیں، مریم بنت عمران، فرعون کی بیوی آسیہ، خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔'' (مسند احمد:368/2)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(8) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''جب آپ نے جھک کر نبی کریم ﷺ کی بات سنی تھی تو آپ کیوں رو پڑی تھیں اور پھر کیوں ہنس دی تھیں؟'' سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ آپ اسی بیماری میں وفات پا جائیں گے۔ اس پر مجھے رونا آ گیا پھر میں جھکی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ گھر کے افراد میں سب سے پہلے میں (فوت ہو کر) آپ سے جا ملوں گی اور یہ بتایا کہ میں مریم بنت عمران کے سوا تمام خواتین جنت کی سردار ہوں گی تب میں ہنس دی۔'' (بخاری: 6285,6286)

(9) اس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا چار خواتین میں سے سیدہ مریم علیہا السلام اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا درجہ زیادہ ہے۔ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مردوں میں تو بہت سے افراد کامل ہوئے۔ عورتوں میں صرف فرعون کی بیوی آسیہ اور سیدہ مریم بنت عمران کامل ہوئیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا دوسری عورتوں سے اس طرح افضل ہیں جس طرح ثرید دوسرے تمام کھانوں سے افضل ہوتا ہے۔'' (بخاری: 3769)

(10) کمال سے مراد غالباً اپنے دور میں کمال کا حصول ہے کیونکہ ان دونوں خواتین نے ہونے والے نبیوں کی پرورش کی۔ سیدہ آسیہ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کی۔ سیدہ مریم علیہا السلام نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پرورش کی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس امت میں کوئی خاتون کمال کے اس درجے کو نہیں پہنچ سکتی۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا باکمال ہیں۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بعثت سے پہلے پندرہ سال اور بعثت کے بعد دس سال گزارے۔ اپنی تمام دولت اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دی اور مشکلات کے دور میں آپ کی دلجوئی فرمائی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنی بہنوں پر یہ افضلیت حاصل ہے کہ انہیں نبی ﷺ کی وفات کا صدمہ برداشت کرنا پڑا جب کہ آپ کی دوسری بہنیں نبی ﷺ کی زندگی میں فوت ہو چکی تھیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ شرف حاصل ہے۔ کہ آپ کو نبی کریم ﷺ کی محبت میں سے وافر حصہ ملا تھا۔ آپ کے سوا کوئی ام المومنین کنواری ہونے کی حالت میں نبی ﷺ کے نکاح میں نہیں آئیں۔ جب منافقوں نے آپ ﷺ کی عزت پر انگشت نمائی کی تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آپ کی برأت نازل فرمائی۔ آپ رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد پچاس سال زندہ رہیں۔ اس دوران میں آپ قرآن وسنت کی تبلیغ میں مشغول رہیں۔ مشکل شرعی مسائل میں آپ فتووں کے ذریعے سے امت کی راہ نمائی فرماتی رہیں اور اختلاف پیدا ہونے کی صورت میں صلح کرواتی رہیں۔ اس لیے بعض علمائے کرام نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سمیت تمام امہات المومنین سے افضل قرار دیا ہے۔ تاہم سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایک دوسرے سے افضل قرار دینے کے مسئلہ میں خاموشی ہی بہتر ہے۔ (قصص الانبیاء: 597,603)

سوال 2: ﴿اِذِ انۡتَبَذَتۡ مِنۡ اَهۡلِهَا مَكَانًا شَرۡقِيًّا﴾ ''جب کہ وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر مشرقی جانب چلی گئی'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذِ انۡتَبَذَتۡ مِنۡ اَهۡلِهَا مَكَانًا شَرۡقِيًّا﴾ ''جب کہ وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر مشرقی جانب چلی گئی''، یعنی جب وہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اپنے گھر والوں سے جدا ہو کر (2)﴿مَكَانًا شَرۡقِيًّا﴾ ''مشرقی جانب چلی گئی''یعنی قدیم ہیکل کے مشرقی حصے میں گوشہ نشین ہوگئی تھیں۔

﴿فَاتَّخَذَتۡ مِنۡ دُوۡنِهِمۡ حِجَابًا ۗ فَاَرۡسَلۡنَاۤ اِلَيۡهَا رُوۡحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴾

''پھر اُس نے اُن کی طرف سے ایک پردہ بنالیا تو ہم نے اُس کے پاس اپنے خاص فرشتے کو بھیجا
تو اُس کے لیے اُس نے پورے انسان کی شکل اختیار کی''(17)

سوال:﴿فَاتَّخَذَتۡ مِنۡ دُوۡنِهِمۡ حِجَابًا ۗ فَاَرۡسَلۡنَاۤ اِلَيۡهَا رُوۡحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا﴾ پھر اُس نے اُن کی طرف سے ایک پردہ بنالیا تو ہم نے اُس کے پاس اپنے خاص فرشتے کو بھیجا تو اُس کے لیے اُس نے پورے انسان کی شکل اختیار کی''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاتَّخَذَتۡ مِنۡ دُوۡنِهِمۡ حِجَابًا﴾ ''پھر اُس نے اُن کی طرف سے ایک پردہ بنالیا''(i) سیدہ مریم علیہا السلام کی علیحدگی اور حجاب اس مقصد کے لیے تھا تاکہ وہ لوگوں سے الگ تھلگ رہیں انہیں یکسوئی حاصل رہے۔(ii) یہ پردہ اس مقصد کے لیے بھی تھا تاکہ وہ کسی کو نظر نہ آئیں۔(iii) یہ پردہ حیض سے پاکیزگی کے لیے بھی تھا۔اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ کنواری اور کم سن ہونے کے باوجود پاکیزہ تھیں اور اپنی تنہائی سے مطمئن تھیں۔

(2) یعنی ایک پردہ ڈال لیا تھا جو لوگوں کی ملاقات سے مانع تھا۔سیدہ مریم علیہا السلام کا گوشہ نشیں ہونا، پردہ لٹکا کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے الگ تھلگ ہو جانا، اخلاص، خشوع وخضوع اور اللہ تعالیٰ کے لئے تذلل کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت دراصل اس ارشاد الٰہی کی تعمیل ہے۔﴿وَاِذۡ قَالَتِ الۡمَلٰٓـئِكَةُ يٰمَرۡيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصۡطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الۡعٰلَمِيۡنَ (۴۲) يٰمَرۡيَمُ اقۡنُتِىۡ لِرَبِّكِ وَاسۡجُدِىۡ وَارۡكَعِىۡ مَعَ الرّٰكِعِيۡنَ (۴۳)﴾ ''اور جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ کو برگزیدہ بنایا ہے اور آپ کو پاک کیا ہے اور سب جہانوں کی عورتوں پر آپ کو منتخب کیا ہے۔اے مریم! اپنے رب کی اطاعت کرو، سجدے کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔'' (آل عمران:43،42)

(3)﴿فَاَرۡسَلۡنَاۤ اِلَيۡهَا رُوۡحَنَا﴾ ''تو ہم نے اُس کے پاس اپنے خاص فرشتے کو بھیجا''روح سے مراد سیدنا جبرائیل علیہ السلام ہیں۔

(4)﴿فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا﴾ ''تو اُس کے لیے اُس نے پورے انسان کی شکل اختیار کی''اللہ تعالیٰ نے سیدنا جبرائیل علیہ السلام کو مکمل انسانی شکل میں بھیجا تھا۔یعنی ایک خوبصورت اور حسین وجمیل مرد کی شکل میں ظاہر ہوئے، جس میں کوئی عیب تھا نہ نقص، کیونکہ سیدہ مریم علیہا السلام، جبریل علیہ السلام کو ان کی اصل شکل میں دیکھنے کی متحمل نہ تھیں۔جب سیدہ مریم علیہا السلام نے جبریل علیہ السلام کو اس حال میں دیکھا، جبکہ وہ اپنے گھر سے علیحدہ اور لوگوں سے الگ ہو کر گوشہ نشیں ہوگئی تھیں اور عزیز ترین لوگوں، یعنی اپنے گھر والوں سے بھی پردہ کرلیا تھا۔تو ڈر گئیں کہ وہ مرد ہے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کہیں وہ ان کے بارے میں کوئی برا ارادہ نہ رکھتا ہو اور کہیں وہ ان کے ساتھ برائی سے پیش نہ آئے۔ (سعدی:1567/2)

﴿قَالَتۡ اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُ بِالرَّحۡمٰنِ مِنۡكَ اِنۡ كُنۡتَ تَقِيًّا﴾

''مریم نے کہا: ''یقیناً میں تجھ سے رحمن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو اللہ تعالیٰ سے ڈر جانے والا ہے'' (18)

سوال: ﴿قَالَتۡ اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُ بِالرَّحۡمٰنِ مِنۡكَ اِنۡ كُنۡتَ تَقِيًّا﴾ ''مریم نے کہا: ''یقیناً میں تجھ سے رحمن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو اللہ تعالیٰ سے ڈر جانے والا ہے۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَتۡ﴾ ''مریم نے کہا'' (i) سیدہ مریم علیہا السلام نے جب بے دھڑک ایک مرد کو اندر داخل ہوتے دیکھا تو گھبرا اُٹھیں کہ کہیں یہ بُری نیت سے نہ آیا ہو۔ (ii) سیدہ مریم علیہا السلام کا گھبرا اُٹھنا فطری امر تھا جس پاکباز عبادت گزار لڑکی کے کمرے میں اچانک نوجوان داخل ہو جائے تو وہ یقیناً گھبرا جائے گی اور اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے گی۔ (iii) سیدہ مریم علیہا السلام سیدنا جبرائیل سے ڈر گئیں کہ کہیں وہ ان کے ساتھ برائی سے پیش نہ آئیں اس لیے انہوں نے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہوئے کہا۔

(2) ﴿اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُ بِالرَّحۡمٰنِ﴾ ''یقیناً میں تجھ سے رحمن کی پناہ مانگتی ہوں'' انہوں نے کہا میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتی ہوں اور اس کی رحمت کے سائے تلے آتی ہوں کہ تو مجھے نقصان نہ پہنچائے۔ (جامع البیان:74/16)

(3) ﴿اِنۡ كُنۡتَ تَقِيًّا﴾ ''اگر تو اللہ تعالیٰ سے ڈر جانے والا ہے'' یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہو اور عمل کرتے ہو اور تمہارے دل میں کچھ بھی خوف ہے تو میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتی ہوں۔

(4) (i) سیدہ مریم علیہا السلام نے اس مرد کے شعور کو بیدار کیا کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے وہ دیکھ رہا ہے۔ یہ جگہ اللہ تعالیٰ کے علم سے باہر نہیں۔ (ii) سیدہ مریم علیہا السلام پاکباز دوشیزہ تھیں اُن کو جنین کی حالت میں ہیکل کی نذر کر دیا تھا اُن کی اچھی تربیت ہوئی تھی اُن کی کفالت ایک پاکباز شخص نے کی وہ پاک ماحول میں رہنے والی تھیں اُن کے لیے تقویٰ ہی سب سے اہم چیز تھی اس لیے اُنہوں نے اُسی کا واسطہ دیا۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اللہ تعالیٰ کا خوف بیدار ہو سکتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ جس کے سامنے ذکر کیا جائے وہ متقی ہو۔ تقویٰ کی بیداری سے انسان شیطانی وسوسوں اور شہوت کی اُکساہٹوں سے بچ جاتا ہے۔

(5) سیدہ مریم علیہا السلام کا خوف تھا اور یہ عفت کے بلند ترین درجے شر اور اس کے اسباب سے بعد کی دلیل ہے یہ عفت خاص طور پر جبکہ تمام اسباب جمع ہوں اور گناہ سے کوئی مانع بھی موجود نہ ہو۔ بہترین عمل ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی ستائش کی۔ ﴿وَمَرۡيَمَ ابۡنَتَ عِمۡرٰنَ الَّتِیۡۤ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا فَنَفَخۡنَا فِيۡهِ مِنۡ رُّوۡحِنَا وَصَدَّقَتۡ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتۡ مِنَ الۡقٰنِتِيۡنَ﴾ ''اور عمران کی بیٹی مریم کی مثال بیان کی، جس نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی تو چنانچہ ہم نے اُس میں اپنی رُوح پھونک دی اور اُس نے اپنے رب کی باتوں اور اُس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ فرماں برداروں میں سے تھی۔'' (التحریم:12) ﴿وَالَّتِیۡۤ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا فَنَفَخۡنَا فِيۡهَا مِنۡ رُّوۡحِنَا وَجَعَلۡنٰهَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَابۡنَهَاۤ اٰيَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ﴾ ''اور وہ عورت جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی تھی تو ہم نے اس میں اپنی روح میں سے پھونکا اور ہم نے اسے اور اس کے بیٹے کو جہانوں کے لیے نشانی بنا دیا۔'' (الانبیاء:91) (سعدی:2/1567)

﴿قَالَ اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوۡلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا﴾

فرشتے نے کہا: ''یقیناً میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تا کہ میں تجھے ایک پاکیزہ لڑکا دوں'' (19)

سوال: ﴿قَالَ اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوۡلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا﴾ فرشتے نے کہا: ''یقیناً میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تا کہ میں تجھے ایک پاکیزہ لڑکا دوں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ ''فرشتے نے کہا'' فرشتے نے جواب دیا۔

(2) ﴿اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوۡلُ رَبِّكِ﴾ ''یقیناً میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں'' کہ میرے بارے میں آپ کا گمان درست نہیں میں تو آپ کے رب کا قاصد ہوں، آپ کے رب نے مجھے بھیجا ہے۔ اور میرا کام تو آپ کے بارے میں رب کے حکم کو نافذ کرنا ہے۔

(3) ﴿لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا﴾ ''تا کہ میں تجھے ایک پاکیزہ لڑکا دوں'' یہ بیٹے اور اس کی پاکبازی کی بہت بڑی خوش خبری ہے کیونکہ تمام پاکیزگی تمام بری عادات سے تطہیر اور قابل تعریف اوصاف کے حامل ہونے کی دلیل ہے۔

(4) فرشتے نے کہا کہ مجھے تو آپ کے پاس بھیجا گیا ہے کہ میں آپ کو ایک پاکیزہ بیٹا دوں۔

﴿قَالَتۡ اَنّٰى يَكُوۡنُ لِىۡ غُلٰمٌ وَّلَمۡ يَمۡسَسۡنِىۡ بَشَرٌ وَّلَمۡ اَكُ بَغِيًّا﴾

مریم نے کہا: ''میرے یہاں لڑکا کیسے ہوگا؟ اور مجھے کسی انسان نے چھوا تک نہیں اور میں کبھی بدکار نہ تھی'' (20)

سوال: ﴿قَالَتۡ اَنّٰى يَكُوۡنُ لِىۡ غُلٰمٌ وَّلَمۡ يَمۡسَسۡنِىۡ بَشَرٌ وَّلَمۡ اَكُ بَغِيًّا﴾ مریم نے کہا: ''میرے یہاں لڑکا کیسے ہوگا؟ اور مجھے کسی انسان نے چھوا تک نہیں اور میں کبھی بدکار نہ تھی'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَتۡ اَنّٰى يَكُوۡنُ لِىۡ غُلٰمٌ وَّلَمۡ يَمۡسَسۡنِىۡ بَشَرٌ وَّلَمۡ اَكُ بَغِيًّا﴾ ''مریم نے کہا: ''میرے یہاں لڑکا کیسے ہوگا؟ اور مجھے کسی انسان نے چھوا تک نہیں اور میں کبھی بدکار نہ تھی'' سیدہ مریم علیہا السلام کو فرشتے کی بات پر تعجب ہوا تو انہوں نے سوال کیا کہ میرے ہاں بیٹا کیسے ہو سکتا ہے جب کہ نہ تو میرا کوئی شوہر ہے اور نہ ہی میں بے حیائی پر آمادہ ہو سکتی ہوں، نہ آج تک مجھے کسی انسان نے چھوا، نہ ہی میں فاحشہ عورت ہوں۔ (نعوذ باللہ)

(2) یہ الفاظ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ یہ عطا ظاہری اسباب کے بغیر ہوگی اس لیے سیدہ مریم علیہا السلام کا خوف دُور ہو گیا۔

(3) سیدنا جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام نے یہ واضح کر دیا تھا کہ میں تیرے رب کا رسول ہوں اور رسول پیغام دینے کے لیے آتا ہے اس لیے بھی خوف دُور

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہو گیا۔اس سوال یہ پتہ چلتا ہے کہ سیدہ مریم علیہا السلام مرد اور عورت کے ملاپ کے ماسوا کسی اور صورت پیدائش پر یقین نہیں رکھتی تھیں۔

﴿قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا﴾

''فرشتے نے کہا کہ ایسا ہی ہوگا، تیرے رب نے کہا ہے کہ وہ مجھ پر تو بہت آسان ہے اور تا کہ ہم اسے لوگوں کے لیے ایک نشانی اور اپنی جانب سے ایک رحمت بنا دیں اور ہمیشہ سے یہ ایک طے شدہ کام ہے'' (21)

سوال:﴿قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا﴾ ''فرشتے نے کہا کہ ایسا ہی ہوگا، تیرے رب نے کہا ہے کہ وہ مجھ پر تو بہت آسان ہے اور تا کہ ہم اسے لوگوں کے لیے ایک نشانی اور اپنی جانب سے ایک رحمت بنا دیں اور ہمیشہ سے یہ ایک طے شدہ کام ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قَالَ كَذٰلِكِ﴾ ''فرشتے نے کہا کہ ایسا ہی ہوگا'' فرشتے نے سیدہ مریم علیہا السلام کو جواب دیا کہ ایسا ہی ہوگا یعنی تم سے بیٹا پیدا ہوگا اگرچہ تمہارا کوئی شوہر نہ ہو اور تم پاک دامن ہی رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز پر قادر ہے اور اس پر ہر کام آسان ہے۔(مختصر ابن کثیر: 1127/2)

(2)﴿قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ﴾ ''تیرے رب نے کہا ہے کہ وہ مجھ پر تو بہت آسان ہے'' اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اس کے لیے کوئی کام مشکل نہیں۔(3) اللہ تعالیٰ اسباب کا محتاج نہیں ہے اس لیے جو چیز ہمارے لیے معجزہ ہے وہ اس کے لیے مشکل نہیں ہے۔

(4)﴿وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ﴾ ''اور تا کہ ہم اسے لوگوں کے لیے ایک نشانی بنا دیں'' (i) اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم علیہا السلام کے اس بچے کو اپنی تخلیق کی نشانی بنا دیا اور یہ ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ، قدرت اور مشیت بے قید ہے۔اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو مرد اور عورت کے بغیر پیدا کیا یہ پہلی صورت ہے جو انسان جانتے ہیں۔(ii) اللہ تعالیٰ نے سیدہ حوا علیہا السلام کو صرف مرد سے پیدا کر کے دوسری صورت بھی واضح کر دی تھی۔(iii) اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدہ حوا علیہا السلام سے ساری نسل انسانی کا سلسلہ چلا دیا تیسری نشانی تھی۔(iv) اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے توسط سے یہ چوتھی نشانی دکھادی کہ بغیر مرد کے بھی اللہ تعالیٰ بچے کو تخلیق کر سکتا ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ پیدائش کی ہر قسم پر کمال درجے کی قدرت اور کمال درجے کا غلبہ رکھتے ہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی معبود ہے نہ رب۔

(6) یہ بچہ یعنی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ایک اور اعتبار سے بھی سارے جہان والوں کے لیے نشانی ہوں گے کہ وہ لوگوں سے بچپن (گہوارے) میں بھی باتیں کریں گے۔اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت اور اپنا نبی بنائیں گے، وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور توحید کی دعوت دیں گے۔جیسا کہ فرمایا:

﴿اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ (٤٥) وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ (٤٦)﴾ ''جب فرشتوں نے کہا: ''اے مریم! یقیناً اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی طرف سے ایک کلمے کی خوش خبری دیتا ہے، اس کا نام مسیح عیسیٰ ابنِ مریم ہوگا، وہ دنیا و آخرت میں بہت مرتبے والا اور مقرب بندوں میں سے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہوگا اور وہ گود میں بھی اور اُدھیڑ عمر میں بھی لوگوں سے باتیں کرے گا اور وہ نیک لوگوں میں سے ہوگا۔'' (آل عمران:45,46)

(7) یہ سیدنا جبرائیل علیہ السلام کے کلام کا اختتام ہے انہوں نے سیدہ مریم علیہا السلام کو یہ خبر دی کہ کام اللہ تعالیٰ کے علم اور قدرت اور اس کی مشیت و تقدیر میں طے پا چکا ہے اور حق تعالیٰ رحمت عالم ﷺ کو اس کی خبر دے رہے ہیں، اس سے کنایہ روح پھونک دینا ہے قرآن میں ہے: ﴿وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ﴾ ''اور عمران کی بیٹی مریم کی مثال بیان کی، جس نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی تو چنانچہ ہم نے اُس میں اپنی رُوح پھونک دی اور اُس نے اپنے رب کی باتوں اور اُس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ فرماں برداروں میں سے تھی۔'' (التحریم:12) ﴿وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور وہ عورت جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی تھی تو ہم نے اس میں اپنی روح میں سے پھونکا اور ہم نے اسے اور اس کے بیٹے کو جہانوں کے لیے نشانی بنا دیا۔'' (الانبیاء:91) یعنی اللہ تعالیٰ اس کام کا عزم کر چکا ہے اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ (ابن جریر، مختصر ابن کثیر: 2/ 1127,1128)

(8) وہ نشانی اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرے، نیز اس امر پر بھی کہ اسباب کی کوئی مستقل تاثیر نہیں، ان میں تاثیر صرف اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ہے۔ پس وہ اپنے بندوں کو بعض اسباب کے خلاف خارق عادت واقعات کا مشاہدہ کراتا ہے تاکہ وہ اسباب پر نہ ٹھہر جائیں اور مسبب الاسباب اور ان کو مقدر کرنے والی ہستی کے افعال میں غور و فکر ترک نہ کریں۔ (سعدی:2/1567,1568)

(9) ﴿وَرَحْمَةً مِّنَّا﴾ ''اور اپنی جانب سے ایک رحمت بنا دیں'' یہ واقعہ پہلے بنی اسرائیل کے لیے رحمت بنا پھر سارے انسانوں کے لیے رحمت بنا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یہاں مراد اللہ تعالیٰ کی پہچان ہے جس کی وجہ سے لوگ اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا تلاش کرتے ہیں۔

(10) تاکہ ہم اس کو خود اس کے لئے، اس کی والدہ کے لئے اور تمام لوگوں کے لئے رحمت بنائیں۔ ان کا خود اپنے لئے رحمت ہونا اس بنا پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی وحی کے لئے مختص کیا اور آپ کو اپنی عنایات سے نوازا جس طرح اس نے اولوالعزم انبیاء و مرسلین کو نوازا۔ آپ کی والدہ کے لئے آپ کا رحمت ہونا یہ ہے کہ آپ کی وجہ سے آپ کی والدہ کو فخر، ثنائے حسن اور بڑے بڑے اخروی فوائد حاصل ہوئے۔ لوگوں کے لئے آپ کا رحمت ہونا یہ ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ اس نے ان کے اندر اپنا رسول مبعوث کیا جو ان پر اللہ تعالیٰ کی آیات تلاوت کرتا ہے، ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے، وہ اس پر ایمان لاتے ہیں، اس کی اطاعت کرتے ہیں اور وہ دنیا و آخرت کی سعادت سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ (سعدی:2/1567,1568)

(11) ﴿وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا﴾ ''اور ہمیشہ سے یہ ایک طے شدہ کام ہے'' (i) اس سے مراد یہ ہے کہ یہ معجزانہ پیدائش تو اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی قدرت کے مطابق طے شدہ ہے۔ (ii) اس کا یہ مطلب بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ بدلا نہیں جا سکتا، ہو کر رہے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(12) یعنی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اللہ تعالیٰ کا حتمی فیصلہ تھا، اس کا نافذ ہونا اٹل تھا۔ لہٰذا سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے سیدہ مریم علیہا السلام کے گریبان میں پھونک ماردی اور سیدہ مریم علیہا السلام اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی ہوگئیں۔

﴿فَحَمَلَتۡهُ فَانۡتَبَذَتۡ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا﴾

''پھر مریم نے اس بچے کا حمل اُٹھالیا تو وہ اس کے ساتھ الگ ہوکر ایک دور کی جگہ چلی گئی'' (22)

سوال 1: ﴿فَحَمَلَتۡهُ فَانۡتَبَذَتۡ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا﴾ ''پھر مریم نے اس بچے کا حمل اُٹھالیا تو وہ اس کے ساتھ الگ ہوکر ایک دور کی جگہ چلی گئی'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَحَمَلَتۡهُ﴾ ''پھر مریم نے اس بچے کا حمل اُٹھالیا'' سیدہ مریم علیہا السلام کو حمل ٹھہر گیا، سیدہ مریم علیہا السلام کے حمل کے بارے میں قرآن حکیم میں تذکرہ نہیں ہے۔

(2) سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے سیدہ مریم علیہا السلام کے دامن یا گریبان میں پھونک ماری اور وہ حمل سے ہوگئیں۔

(3) حمل قرار پانے کے بعد سیدہ مریم علیہا السلام کو یہ سمجھ نہیں آتا تھا کہ لوگوں سے کیا کہیں کیونکہ انہیں علم تھا کہ وہ سچی بات بھی نہیں مانیں گے جب انہیں قوم کی طرف سے زنا کے الزام کا خطرہ محسوس ہوا تو ان سے علیحدہ ہوگئیں۔ اور فضیحت اور رسوائی کے خوف سے دور کے مقام پر چلی گئیں۔

(4) ﴿فَانۡتَبَذَتۡ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا﴾ ''تو وہ اس کے ساتھ الگ ہوکر ایک دور کی جگہ چلی گئی'' (i) سیدہ مریم علیہا السلام بیت اللحم کے مقام پر چلی گئیں تھیں۔ (ii) حاملہ ہونا آزمائش ہے لیکن کنواری لڑکی کا حاملہ ہونا بہت بڑی آزمائش ہے اس لیے وہ خاموشی سے ہیکل سے نکلیں اور دُور کے مقام پر چلی گئیں۔ (iii) سیدہ مریم علیہا السلام پہلی بار علیحدہ ہوکر چھپ گئیں تھیں کیونکہ انہیں اپنے اخلاق اور تربیت کی فکر تھی یہ صرف اُن کا خفیہ مسئلہ تھا اور چھپا رہ سکتا تھا۔ دوسری بار کی علیحدگی کو خفیہ نہیں رکھا جاسکتا تھا انہیں جسمانی تکلیف کے ساتھ شدید نفسیاتی تکلیف لاحق تھی۔

(5) ایک روایت میں ہے کہ یہ مقام بیت المقدس سے آٹھ میل دور تھا ایک حدیث میں ہے کہ ولادت عیسیٰ کی جگہ بیت اللحم ہے۔ (نسائی، بیہقی)

﴿فَاَجَآءَهَا الۡمَخَاضُ اِلٰى جِذۡعِ النَّخۡلَةِ ۚ قَالَتۡ يٰلَيۡتَنِىۡ مِتُّ قَبۡلَ هٰذَا وَكُنۡتُ نَسۡيًا مَّنۡسِيًّا﴾

''پھر دردِ زہ اسے کھجور کے ایک تنے تک لے آیا، اُس نے کہا: ''اے کاش! میں اس سے پہلے ہی مرجاتی اور میں بھولی بھلائی ہوئی ہوتی'' (23)

سوال 1: ﴿فَاَجَآءَهَا الۡمَخَاضُ اِلٰى جِذۡعِ النَّخۡلَةِ ۚ قَالَتۡ يٰلَيۡتَنِىۡ مِتُّ قَبۡلَ هٰذَا وَكُنۡتُ نَسۡيًا مَّنۡسِيًّا﴾ ''پھر دردِ زہ اسے کھجور کے ایک تنے تک لے آیا، اُس نے کہا: ''اے کاش! میں اس سے پہلے ہی مرجاتی اور میں بھولی بھلائی ہوئی ہوتی'' اس

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ﴾ ''پھر درد زہ اسے کھجور کے ایک تنے تک لے آیا'' جب سیدہ مریم علیہا السلام کو زچگی کی تکلیف شروع ہوئی تو وہ بے قرار ہواٹھیں ۔ بے چینی میں وہ کھجور کے درخت کے نیچے آ کر بیٹھ گئیں ۔ یہ درخت اسی جگہ تھا جہاں وہ اپنی قوم سے دور رہتی تھیں، ایک طرف زچگی کی تکلیف تھی اور دوسری طرف لوگوں کی باتوں اور طعنوں کا خیال کر کے تمنا کرنے لگیں۔

(2)﴿قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا﴾ اُس نے کہا: ''اے کاش! میں اس سے پہلے ہی مرجاتی اور میں بھولی بھلائی ہوئی ہوتی''، انہوں نے یہ تمنا کی کہ کاش وہ اس واقعہ سے پہلے ہی وفات پا جاتیں اور ان کا کہیں تذکرہ بھی نہ ہوتا۔

(3) سیدہ مریم علیہا السلام کی یہ تمنا گھبراہٹ کی بنا پر تھی جس میں ان کے لیے کوئی مصلحت، کوئی بھلائی نہیں تھی ۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں ایک عظیم نبی کی ماں بننا ہی ان کی تقدیر میں تھا۔ ان کی بھلائی اور مصلحت تو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش میں ہی تھی ۔

سوال 2: سیدہ مریم علیہا السلام اللہ تعالیٰ کا انتخاب تھیں، جہان والی عورتوں میں اللہ تعالیٰ نے انہیں برگزیدہ کیا۔ انہوں نے موت کی تمنا کیوں کی؟

جواب:(1) سیدہ مریم علیہا السلام کو یہ خوف تھا کہ بچے کی ولادت پر میں کیسے کسی کو مطمئن کرسکوں گی جب کہ کوئی میرا گواہ نہ ہوگا۔ اسی وجہ سے موت کی آرزو کی تھی ۔(2) سیدہ مریم علیہا السلام کی شہرت ایک پاکباز، عبادت گزار دُنیا سے بے رغبتی اختیار کرنے والی لڑکی کی تھی انہیں یہ خوف تھا کہ میں لوگوں کی نظروں میں بدکار ٹھہروں گی اس لیے اُنہوں نے موت کی آرزو کی تھی ۔

(3)﴿مَّنْسِيًّا﴾ اس کپڑے کو کہتے ہیں جو حیض کے خون کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اس کے بعد پھینک دیا جاتا ہے اور بھلا دیا جاتا ہے کہ کوئی نشان بھی نہ دیکھ سکے۔ سیدہ مریم علیہا السلام دُکھ کی اس انتہا پر تھیں کہ اپنا کوئی نام ونشان کوئی یاد بھی باقی نہیں رہنے دینا چاہتی تھیں۔

سوال 3: کیا دینی فتنے کے وقت موت کی تمنا کی جاسکتی ہے؟ سیدہ مریم علیہا السلام کی تمنا کا دین میں کیا مقام ہے؟

جواب: دین میں فتنے کے وقت موت کی آرزو کرنا جائز ہے مریم کو معلوم تھا کہ اس بچے کی وجہ سے انہیں ایک زبردست امتحان سے گزرنا پڑے گا اور کوئی شخص بھی ان کی بات ماننے کو تیار نہ ہوگا، اب تک لوگ انہیں عبادت گزار اور نیک سمجھتے رہے مگر اب وہ بدکار اور آوارہ سمجھی جائیں گی ، یہ خیال بار بار ان کے کلیجہ کو ستا تا رہا اور انگاروں پر لٹا تا رہا، جب بہت ہی بے چین ہوئیں تو بے ساختہ زبان سے نکلا کہ اس بدنامی سے تو بہتر تھا کہ اس واقعہ سے پہلے ہی میں مرجاتی اور لوگ مریم کو بھول جاتے یا میں پیدا ہی نہ ہوتی ۔ (مختصر ابن کثیر: 1129/2) اس سے معلوم ہوا کہ دین میں فتنے کی وجہ سے سیدہ مریم علیہا السلام نے موت کی آرزو کی تھی جو کہ جائز ہے۔

سوال 4: زندگی کے دیگر مصائب میں موت کی تمنا کا کیا مقام ہے؟ نبی ﷺ نے اس کے لیے کیا تعلیم دی ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی بھی کسی مصیبت کے آجانے کی وجہ سے موت کی تمنا اور خواہش نہ کرے اور اگر اسے ضرور ہی موت کی خواہش کرنا ہو تو کہے: اے اللہ! جب تک میرے لیے زندگی بہتر ہو مجھے زندہ رکھ اور جب میرے لیے وفات بہتر ہو مجھے وفات دے دے۔'' (مسلم:6814)

﴿فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا﴾

''پھر مریم کو فرشتے نے اس کے نیچے سے آواز دی کہ غم نہ کرو، یقیناً تیرے رب نے تیرے نیچے سے ایک چشمہ (جاری) کر دیا ہے'' (24)

سوال: ﴿فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا﴾ ''پھر مریم کو فرشتے نے اس کے نیچے سے آواز دی کہ غم نہ کرو، یقیناً تیرے رب نے تیرے نیچے سے ایک چشمہ (جاری) کر دیا ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ﴾ ''پھر مریم کو فرشتے نے اس کے نیچے سے آواز دی کہ غم نہ کرو'' اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم علیہا السلام کے لیے فرشتے کو بھیجا جس نے یقین دلایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا منصوبہ ہے اس لیے گھبراؤ نہیں۔

(2) اس وقت فرشتے نے ان کو حوصلہ اور ثابت قدمی عطا کی۔

(3) سیدہ مریم علیہا السلام کا غم کسی انسان سے دور نہیں ہو سکتا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرشتے کو بھیج کر سکون دیا۔

(4) ﴿قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا﴾ ''یقیناً تیرے رب نے تیرے نیچے سے ایک چشمہ (جاری) کر دیا ہے'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں مریم کو یہ بات ان کے نیچے سے جبرائیل نے پکار کر کہی تھی۔ (مختصر ابن کثیر:2/1129) فرشتے نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے معجزانہ طریقے سے چشمہ جاری کر دیا ہے اور سوکھے کھجور کے درخت کی تازہ کھجوروں کا انتظام کر دیا ہے یوں یقین دہانی اور غم دور کرنے کا ایک اور انتظام بھی کر دیا گیا۔

﴿وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا﴾

''اور تم کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلاؤ، تمہارے اوپر تر و تازہ پکی ہوئی کھجوریں گرائے گا'' (25)

سوال 1: ﴿وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا﴾ ''اور تم کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلاؤ، تمہارے اوپر تر و تازہ پکی ہوئی کھجوریں گرائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ﴾ ''اور تم کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلاؤ'' فرشتے نے مزید تسلی دیتے ہوئے کہا: کھجور کی ٹہنی کو ہلاؤ اور گھبراؤ نہیں۔

(2) ﴿تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا﴾ ''تمہارے اوپر تر و تازہ پکی ہوئی کھجوریں گرائے گا'' تمہارے کھانے کا انتظام تمہارے رب نے کر

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

دیا ہے۔ کھجور ہلانے سے تمہارے اوپر تر و تازہ پکی ہوئی کھجوریں ٹپک پڑیں گی۔

(3) سیدنا مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں وہ عجوہ کھجور تھی۔ (ابن ابی حاتم: 2405/7)

(4) رزق کے حصول کے لیے کوشش کرنا اور سبب اختیار کرنا شریعت کا حکم ہے جو کہ اللہ جل جلالہ پر توکل کے منافی نہیں ہے (اضواء البیان: 398/3)

﴿فَكُلِي وَاشْرَبِي وَقَرِّي عَيْنًا ۖ فَإِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ أَحَدًا فَقُولِي إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَٰنِ صَوْمًا فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنسِيًّا﴾

''پس تم کھاؤ اور پیو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو پھر اگر تم انسانوں میں سے کسی کو دیکھو تو اُس سے کہہ دو کہ یقیناً میں نے رحمٰن کے لیے روزے کی نذر مان رکھی ہے، چنانچہ آج میں کسی انسان سے ہرگز کوئی بات نہ کروں گی'' (26)

سوال 1: ﴿فَكُلِي وَاشْرَبِي وَقَرِّي عَيْنًا﴾ ''پس تم کھاؤ اور پیو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَكُلِي﴾ ''پس تم کھاؤ'' یعنی کھجوریں کھاؤ۔ (2) ﴿وَاشْرَبِي﴾ ''اور پیو'' اور اس چشمے کا پانی پیو۔

(3) ﴿وَقَرِّي عَيْنًا﴾ ''اور آنکھیں ٹھنڈی کرو'' یعنی عیسیٰ کی پیدائش سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرو۔

(4) اللہ تعالیٰ کی جانب سے زچگی کی تکلیف سے دور رہنے کے لیے کھانے پینے کا خوشگوار ماحول فراہم کر دیا گیا۔

(5) کھجوریں زچگی کی مریضہ کے لیے بہترین پھل ہیں جس کی دلیل یہ آیت ہے۔

سوال 2: ﴿فَإِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ أَحَدًا فَقُولِي إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَٰنِ صَوْمًا فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنسِيًّا﴾ ''پھر اگر تم انسانوں میں سے کسی کو دیکھو تو اُس سے کہہ دو کہ یقیناً میں نے رحمٰن کے لیے روزے کی نذر مان رکھی ہے، چنانچہ آج میں کسی انسان سے ہرگز کوئی بات نہ کروں گی'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) لوگوں کی باتوں اور طعنوں کے لیے سیدہ مریم علیہا السلام کے دل میں جو گھبراہٹ تھی اس کے لیے سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے حکم دیا۔

(2) ﴿فَإِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ أَحَدًا فَقُولِي﴾ ''پھر اگر تم انسانوں میں سے کسی کو دیکھو تو اس سے کہہ دو'' جب وہ کسی انسان کو دیکھیں تو اشارے سے کہیں۔

(3) ﴿إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَٰنِ صَوْمًا﴾ ''یقیناً میں نے رحمٰن کے لیے روزے کی نذر مان رکھی ہے'' یعنی خاموش رہنے کی نذر مانی ہے۔

(4) ﴿فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنسِيًّا﴾ ''چنانچہ آج میں کسی انسان سے ہرگز کوئی بات نہ کروں گی'' یعنی آج تو میں کسی سے نہ بولوں گی۔

(5) اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم علیہا السلام کو یہ کہہ کر مطمئن کر دیا کہ اگر معجزانہ طریقے سے بچہ پیدا ہوا ہے تو دفاع بھی معجزانہ ہوگا بس تم بچے کی طرف اشارہ کر دو باقی کام وہ کرے گا۔ (6) فرشتے نے انہیں سمجھا دیا تھا کہ بات چیت نہ کرنا کہ تم ان کی باتوں سے بچ سکو۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(7)ان کے ہاں خاموشی ایک مشروع عبادت تھی۔

سوال3: سیدہ مریم علیہا السلام کو اپنی طرف سے اس معاملے کی نفی کے سلسلے میں لوگوں سے گفتگو نہ کرنے کا حکم کس حکمت کے تحت دیا گیا؟

جواب: (1) سیدہ مریم علیہا السلام کو اپنی طرف سے اس معاملے کی نفی کے سلسلے میں لوگوں سے گفتگو نہ کرنے کا حکم اس لیے دیا گیا تھا کہ لوگ اس کو تسلیم نہیں کریں گے اور نہ اس میں کوئی فائدہ ہے۔

(2) اور یہ کہ ان کی برأت کا اظہار پنگھوڑے کے اندر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعے سے ہونا ان کی برأت کی سب سے بڑی شہادت بن جائے کیونکہ عورت کا شوہر کے بغیر بچے کو جنم دینا اور پھر اس کا یہ دعویٰ کرنا کہ یہ بچہ کسی مرد کے چھوئے بغیر ہے سب سے بڑا دعویٰ ہے۔ اگر اس دعویٰ کی تائید میں متعدد گواہ بھی موجود ہوں تب بھی اس دعوے کو تسلیم نہیں کیا جاسکتا اس لیے اس خارق عادت واقعہ کی تائید کے لیے اسی جیسا ایک اور خارق عادت واقعہ پیش آیا اور وہ ہے سیدنا عیسیٰ کا اپنی انتہائی چھوٹی عمر میں کلام کرنا۔

﴿فَاَتَتۡ بِهٖ قَوۡمَهَا تَحۡمِلُهٗ ؕ قَالُوۡا يٰمَرۡيَمُ لَقَدۡ جِئۡتِ شَيۡـًٔـا فَرِيًّا﴾

پھر وہ اُس کو اُٹھا کر اپنی قوم کے پاس آئی، لوگوں نے کہا: ''اے مریم! بلاشبہ تو نے یقیناً بہت بُرا کام کیا'' (27)

سوال1: ﴿فَاَتَتۡ بِهٖ قَوۡمَهَا تَحۡمِلُهٗ ؕ قَالُوۡا يٰمَرۡيَمُ لَقَدۡ جِئۡتِ شَيۡـًٔـا فَرِيًّا﴾ پھر وہ اُس کو اُٹھا کر اپنی قوم کے پاس آئی، لوگوں نے کہا: ''اے مریم! بلاشبہ تو نے یقیناً بہت بُرا کام کیا'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَتَتۡ بِهٖ قَوۡمَهَا تَحۡمِلُهٗ﴾ ''پھر وہ اُس کو اُٹھا کر اپنی قوم کے پاس آئی'' سیدہ مریم علیہا السلام جب نفاس سے پاک ہوئیں تو اب وہ پر اعتماد تھیں۔

(2) سیدنا جبرائیل علیہ السلام کی باتوں نے ان کے اندر اعتماد پیدا کر دیا تھا کہ جس دن لوگوں کے پاس جائیں تو چپ کا روزہ رکھ لیں، کسی سے بات نہ کریں، اس سے ان کی سچائی ثابت ہوجائے گی اور یہ بات ان کی برأت کے لیے کافی ہوجائے گی۔

(3) سیدہ مریم علیہا السلام کو اپنی برأت اور پاک دامنی کا علم تھا اس لیے وہ بچے کو لے کر اہل خاندان کے پاس واپس آ گئیں۔

(4) ﴿قَالُوۡا﴾ ''لوگوں نے کہا:'' لوگوں نے ان کی گود میں ننھا بچہ دیکھ کر باتیں بناتے ہوئے کہا۔

(5) ﴿يٰمَرۡيَمُ لَقَدۡ جِئۡتِ شَيۡـًٔـا فَرِيًّا﴾ ''اے مریم! بلاشبہ تو نے یقیناً بہت بُرا کام کیا'': اے مریم! تو نے یہ کیا کام کیا؟ تیرا خاندان تو پارسائی اور پاک دامنی میں مشہور تھا۔ تو نے بہت نازیبا کام کیا۔ اس سے ان کی مراد زنا تھا، حالانکہ وہ اس سے پاک تھیں۔

سوال2: سیدہ مریم علیہا السلام اچھی شہرت والی پاکباز راہبہ تھیں پھر لوگوں نے ان کو برا بھلا کیوں کہا؟

جواب: یہ درست ہے کہ سیدہ مریم علیہا السلام اچھی شہرت والی پاکباز راہبہ تھیں لیکن ایک بچہ اُٹھا کر آئی تھیں اور بچے مرد اور عورت کے ملاپ کے بغیر پیدا نہیں ہوتے اس لیے اُن کے ذہن میں معجزے کی جگہ وسوسے نے لے لی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿يٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا﴾

''اے ہارون کی بہن! نہ تمہارا باپ کوئی برا آدمی تھا اور نہ تمہاری ماں کوئی بدکار تھی''(28)

سوال 1: ﴿يٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا﴾ ''اے ہارون کی بہن! نہ تمہارا باپ کوئی برا آدمی تھا اور نہ تمہاری ماں کوئی بدکار تھی'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا﴾ ''اے ہارون کی بہن! نہ تمہارا باپ کوئی برا آدمی تھا اور نہ تمہاری ماں کوئی بدکار تھی'' قوم کے لوگوں نے سیدہ مریم کو برا بھلا کہتے ہوئے کہا۔ اے ہارون کی بہن مریم! تو تو ایسے پاکیزہ اور شریف خاندان کی بیٹی ہے جو عبادت، ریاضت صلاح وتقویٰ میں مشہور زمانہ تھا۔ افسوس تجھ سے ایسا گندا کام کیسے سرزد ہوگیا۔ (2) یعنی تمہارے والدین اس برائی سے محفوظ تھے۔

(3) سیدہ مریم علیہا السلام کا خاندان نیکی میں ضرب المثل تھا لوگ اس خاندان کی بزرگی کے قائل تھے۔ بعض خاندان نیک اور شریف ہوتے ہیں ان کی اولاد بھی نیک اور شریف ہوتی ہے۔

(4) ہارون قوم میں ایک مصلح اور اثر والے شخص تھے جو فوت ہوئے تو ان کے جنازے میں چالیس ہزار ایسے افراد تھے جن میں ہر ایک کا نام ہارون تھا۔ اس سے اندازہ لگا لیجیے کہ ان کے جنازے میں کتنے افراد ہوں گے۔ (ابن جریر)

سوال 2: سیدہ مریم کو قوم نے ہارون کی بہن کہہ کر کیوں پکارا ہے؟

جواب: (1) سیدہ مریم کو ہارون کی بہن اس لیے کہا کہ وہ ایک مصلح اور قوم میں اثر والے آدمی تھے۔

(2) اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سیدہ مریم علیہا السلام کا کوئی حقیقی بھائی تھا جس کی طرف ان کو منسوب کیا گیا۔ وہ انبیاء کے نام پر نام رکھا کرتے تھے۔ یہ ہارون، موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون بن عمران علیہ السلام نہیں ہیں کیوں کہ ان دونوں کے درمیان بہت صدیوں کا فاصلہ ہے۔ (سعدی: 1570/2)

سوال 3: سیدہ مریم کو قوم نے یہ کیوں کہا کہ تم نے اس فعل کا ارتکاب کیوں کیا جس سے تمہارے والدین محفوظ تھے؟

جواب: یہ کہنے کی وجہ غالباً یہ تھی کہ غائب حالات میں نیکی اور بدی کے معاملے میں اولاد اپنے والدین سے اثر پذیر ہوتی ہے۔ چنانچہ لوگوں کو ان کے دلوں میں جو بات راسخ تھی اس کی وجہ سے تعجب ہوا کہ سیدہ مریم علیہا السلام سے اس فعل کا ارتکاب کیسے ہوگیا۔ (سعدی: 1570/2)

﴿فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ؕ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِى الْمَهْدِ صَبِيًّا﴾

مریم نے بچے کی طرف اشارہ کیا۔ لوگوں نے کہا: ''ہم اُس سے کیسے بات کریں جو گود میں ایک بچہ ہے؟''(29)

سوال: ﴿فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ؕ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِى الْمَهْدِ صَبِيًّا﴾ مریم نے بچے کی طرف اشارہ کیا۔ لوگوں نے کہا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''ہم اُس سے کیسے بات کریں جو گود میں ایک بچہ ہے؟'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَشَارَتۡ اِلَیۡهِ﴾ ''مریم نے بچے کی طرف اشارہ کیا'' سیدہ مریم علیہا السلام کی گود میں بچہ دیکھ کر لوگوں کو شک ہوا تو وہ ان پر برس پڑے اور ان پر بدکاری کا الزام لگانے لگے۔ اس دن سیدہ مریم علیہا السلام چپ کے روزے سے تھیں اس لیے انہوں نے اشارے سے سمجھایا۔ سیدہ مریم علیہا السلام کو جو مشورہ فرشتے نے بچے کی پیدائش کے وقت دیا تھا اُنہوں نے اسی کے مطابق بچہ کی طرف اشارہ کر دیا۔ ﴿اِنِّیۡ نَذَرۡتُ لِلرَّحۡمٰنِ صَوۡمًا فَلَنۡ اُکَلِّمَ الۡیَوۡمَ اِنۡسِیًّا﴾ ''یقیناً میں نے رحمٰن کے لیے روزے کی نذر مان رکھی ہے، چنانچہ آج میں کسی انسان سے ہرگز کوئی بات نہ کروں گی۔'' (مریم: 26) جس کا یقین لوگوں کو نہیں تھا سیدہ مریم علیہا السلام اس یقین سے لمحہ لمحہ گزر کر آ رہی تھیں اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور قدرت کو اُنہوں نے لمحہ لمحہ چکھا تھا انہیں اس لیے کسی کی پرواہ نہیں رہ گئی تھی۔

(2) ﴿قَالُوۡا کَیۡفَ نُکَلِّمُ مَنۡ کَانَ فِی الۡمَهۡدِ صَبِیًّا﴾ لوگوں نے کہا: ''ہم اُس سے کیسے بات کریں جو گود میں ایک بچہ ہے'' کیونکہ عام طور پر بچے اس عمر میں بات نہیں کرتے اس لیے انہوں نے غصے سے تلملا کر کہا: بھلا گود کا بچہ کیسے بول سکتا ہے؟

(3) اور ننھا گول مٹول خوب صورت سا بچہ وہ باتیں سن رہا تھا۔

﴿قَالَ اِنِّیۡ عَبۡدُ اللّٰهِ ۟ؕ اٰتٰنِیَ الۡکِتٰبَ وَجَعَلَنِیۡ نَبِیًّا﴾

بچے نے کہا: ''یقیناً میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، اُس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے'' (30)

سوال: ﴿قَالَ اِنِّیۡ عَبۡدُ اللّٰهِ ۟ؕ اٰتٰنِیَ الۡکِتٰبَ وَجَعَلَنِیۡ نَبِیًّا﴾ بچے نے کہا: ''یقیناً میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، اُس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ ''بچے نے کہا'' اس وقت وہ بچہ یعنی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اپنے پنگھوڑے میں سے بول اٹھے۔

(2) ﴿اِنِّیۡ عَبۡدُ اللّٰهِ﴾ ''یقیناً میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں'' انہوں نے سب سے پہلے عبودیت کی، غلامی کی بات کی کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے کیونکہ اولاد غلام نہیں ہوا کرتی یعنی مجھے اللہ تعالیٰ کا غلام سمجھو اس کے سوا میں کچھ اور نہیں ہوں۔

(3) ﴿اٰتٰنِیَ الۡکِتٰبَ﴾ ''اُس نے مجھے کتاب دی ہے'' اللہ تعالیٰ نے مستقبل میں انجیل عطا کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

(4) ﴿وَجَعَلَنِیۡ نَبِیًّا﴾ ''اور مجھے نبی بنایا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں انبیاء کی صف میں شامل فرمایا ہے۔

(5) یوں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ کی پاک دامنی ظاہر فرمائی۔

﴿وَّجَعَلَنِیۡ مُبٰرَکًا اَیۡنَ مَا کُنۡتُ ۪ وَاَوۡصٰنِیۡ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّکٰوةِ مَا دُمۡتُ حَیًّا﴾

''اور اُس نے مجھے برکت والا بنایا جہاں بھی میں ہوں اور مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے جب تک میں زندہ رہوں'' (31)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال1:﴿وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ﴾ ”اور اُس نے مجھے برکت والا بنایا جہاں بھی میں ہوں“ اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو کس اعتبار سے برکت والا بنایا؟

جواب:(1)﴿وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ﴾ ”اور اُس نے مجھے برکت والا بنایا جہاں بھی میں ہوں“ یعنی ہر جگہ، ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ نے مجھے برکت والا بنایا۔(2) یعنی میں جہاں بھی ہوں خیر اور بھلائی کا معلم ہوں۔(جامع البیان:951/16)

(3) اللہ تعالیٰ نے مجھے بھلائی کی تعلیم، بھلائی کی طرف دعوت، شر سے ممانعت، اپنے اقوال وافعال میں اللہ تعالیٰ کی دعوت کی توفیق عطا فرما کر بابرکت بنایا ہے، لہٰذا جو کوئی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی صحبت اختیار کرتا وہ آپ کی برکت اور سعادت سے بہرہ ور ہوتا تھا۔(سعدی:1571/2) برکت سے مراد دین میں ثبات بھی ہے۔ ہر چیز میں کامیابی کا مقدر ہونا بھی ہے۔لوگوں کے لیے نفع مند ہونا بھی ہے۔لوگوں کو نیکی کی تعلیم دینا اور بُرائی سے روکنا بھی ہے۔کیونکہ یہی وہ کام ہیں جن سے جہان والوں کو بھی برکت ملتی ہے۔

سوال2:﴿وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا﴾ ”اور مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے جب تک میں زندہ رہوں“ اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا﴾ ”اور مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے جب تک میں زندہ رہوں“ یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے حقوق ادا کرنے کی وصیت کی ہے، جن میں سب سے بڑا حق نماز ہے اور بندوں کے حقوق پورا کرنے کی وصیت کی ہے جن میں سب سے زیادہ جلیل القدر حق زکوٰۃ ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں زندگی بھر یہ کام کرتا رہوں۔پس میں اپنے رب کا حکم مانتا، اس کی وصیت پر عمل کرتا اور اس کو نافذ کرتا رہوں گا۔(سعدی:1571/2)

(2) قرآن حکیم میں رحمت عالم ﷺ کو حکم ملا ہے ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى یَاْتِیَكَ الْیَقِیْنُ﴾ اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں یہاں تک کہ آپ کے پاس یقین آجائے“ (الحجر:99) (3) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے بھی یہی وضاحت کی ہے کہ مرتے دم تک یہ دونوں کام مجھ پر فرض ہیں۔

﴿وَّبَرًّۢا بِوَالِدَتِیْ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا﴾

”اور اپنی ماں سے حسنِ سلوک کرنے والا بنایا اور اُس نے مجھے سرکش، بدبخت نہیں بنایا“ (32)

سوال1:﴿وَّبَرًّۢا بِوَالِدَتِیْ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا﴾ ”اور اپنی ماں سے حسنِ سلوک کرنے والا بنایا اور اُس نے مجھے سرکش، بدبخت نہیں بنایا“ اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّبَرًّۢا بِوَالِدَتِیْ﴾ ”اور اپنی ماں سے حسنِ سلوک کرنے والا بنایا“ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ وصیت بھی کی ہے کہ میں اپنی والدہ کی اطاعت کروں، ان کی خدمت کروں، احسان کا معاملہ کروں، ان کے حقوق پورے کروں کیونکہ والدہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کو یہ شرف اور فضیلت حاصل ہے جنم دینے کی بنا پر وہ مجھ پر ولادت کا حق اور دیگر حقوق رکھتی ہے۔

(2) رب العزت نے قرآن حکیم میں اپنی عبادت اور اطاعت کے بعد والدین کی اطاعت کا حکم فرمایا ہے۔﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَبِالۡوَالِدَيۡنِ اِحۡسَانًا ؕ اِمَّا يَبۡلُغَنَّ عِنۡدَكَ الۡكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوۡ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّلَا تَنۡهَرۡهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوۡلًا كَرِيۡمًا﴾ ''اور آپ کے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر آپ کے پاس ان دونوں میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان دونوں کو ''اُف'' تک نہ کہو اور نہ ہی ان کو جھڑکو اور ان سے عزت والی بات کرو''۔(بنی اسرائیل:23)

(3)﴿وَوَصَّيۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَيۡهِ‌ ۚ حَمَلَتۡهُ اُمُّهٗ وَهۡنًا عَلٰى وَهۡنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِىۡ عَامَيۡنِ اَنِ اشۡكُرۡ لِىۡ وَلِوَالِدَيۡكَ ؕ اِلَىَّ الۡمَصِيۡرُ﴾ ''اور ہم نے انسان کو اُس کے والدین کے بارے میں وصیت کی، اُس کی ماں نے دُکھ پر دُکھ اُٹھا کر اُسے اٹھایا اور اُس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے کہ میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا بھی، میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے۔'' (لقمان:14)

(4) صرف والدہ کے ساتھ حسن سلوک کرنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت بغیر باپ کے ہوئی۔ اگر باپ ہوتے تو سیدنا یحییٰ علیہ السلام کی طرح ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے ہوتے۔

(5)﴿وَلَمۡ يَجۡعَلۡنِىۡ جَبَّارًا شَقِيًّا﴾ ''اور اُس نے مجھے سرکش، بد بخت نہیں بنایا'' اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ماں باپ کی خدمت نہ کرنے والا، اطاعت نہ کرنے والا، بد بخت اور سرکش ہوتا ہے۔

(6) یعنی میں اللہ تعالیٰ کے حضور تکبر کرنے والا اور بندوں سے اپنے آپ کو بڑا اور بلند سمجھنے والا نہیں ہوں۔ شَقِيًّا یعنی میں دنیا و آخرت میں بد بخت نہیں ہوں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا اطاعت شعار، اپنے سامنے جھکنے والا، عاجزی اور تذلل اختیار کرنے والا، اللہ کے بندوں کے ساتھ تواضع اور انکساری سے پیش آنے والا اور دنیا و آخرت میں سعادت سے بہرہ مند ہونے والا بنایا۔ مجھے بھی اور میرے پیروکاروں کو بھی۔ (سعدی:1571,1572/2)

سوال 2: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے ساری گفتگو ماضی میں کی ہے حالانکہ واقعات کا تعلق مستقبل سے تھا، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے ساری گفتگو ماضی میں کی ہے حالانکہ واقعات کا تعلق مستقبل سے تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے فیصلے تھے جو اٹل تھے ان کا ظاہر ہونا یقینی تھا جیسے ماضی کے واقعات کے ہونے پر یقین ہوتا ہے اسی طرح سے یہ واقعات بھی یقینی معاملات تھے۔

﴿وَالسَّلٰمُ عَلَىَّ يَوۡمَ وُلِدْتُّ وَيَوۡمَ اَمُوۡتُ وَيَوۡمَ اُبۡعَثُ حَيًّا﴾

''اور سلام مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن مجھے زندہ کر کے اُٹھایا جائے گا'' (33)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال1:﴿وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا﴾ ''اور سلام مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن مجھے زندہ کر کے اُٹھایا جائے گا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے کمال اور ان کے اوصاف حمیدہ کے بارے میں وضاحت مکمل ہوگئی تو فرمایا:﴿وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا﴾ ''اور سلام مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن مجھے زندہ کر کے اُٹھایا جائے گا''

(2) یعنی یوم ولادت سے لے کر یوم زندگی بعد الموت تک میرے لیے سلامتی ہی سلامتی ہے۔اس سے بھی آپ کا بندہ اور مخلوق ہونا ثابت ہو رہا ہے کہ آپ دیگر آدمیوں کی طرح عدم سے عالمِ وجود میں آئے پھر آپ کو موت بھی آئے گی اور پھر قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہوں گے لیکن یہ تینوں مقامات بڑے کٹھن ہیں۔اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا: کہ ان کٹھن منزلوں سے بھی میں سلامتی سے گزر جاؤں گا آپ ﷺ پر اللہ کی رحمتیں اور سلامتی ہو۔(مختصر ابن کثیر:2/1131)

(3) یعنی میرے رب کے فضل وکرم سے، جس روز میری ولادت ہوئی جس روز میں مروں اور جس روز مجھے اٹھایا جائے گا، مجھے ہر قسم کے شر، شیطان اور عذاب سے سلامتی حاصل ہے۔یہ سلامتی ہر قسم کے خوف، فاجروں کے گھر سے سلامتی اور دار السلام کے مستحق ہونے کا تقاضا کرتی ہے۔پس یہ ایک عظیم اور اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ آپ در حقیقت اللہ کے رسول اور اس کے بندے ہیں۔(سعدی:2/1572)

﴿ذٰلِكَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِیْ فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ﴾

''یہ ہے عیسیٰ ابن مریم۔حق کی بات، جس میں وہ شک کرتے ہیں''(34)

سوال1:﴿ذٰلِكَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِیْ فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ﴾ ''یہ ہے عیسیٰ ابن مریم۔حق کی بات، جس میں وہ شک کرتے ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ذٰلِكَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ﴾ ''یہ ہے عیسیٰ ابن مریم'' اللہ رب العزت نے فرمایا کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کا سچا واقعہ آپ لوگوں کو سنا دیا۔

(2)﴿قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِیْ فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ﴾ ''حق کی بات، جس میں وہ شک کرتے ہیں'' یعنی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی یہی صفات ہیں جس میں کوئی شک نہیں۔یہی قول حق اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔اس کے خلاف جو کچھ کہا گیا ہے وہ باطل ہے۔

(3) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ پیدائش جس کے بارے میں عیسائی علماء نے عجیب عقیدے بنا لیے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔

(i) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی صفات اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہیں وہ ان صفات کے حامل نہیں ہیں جن کے بارے میں عیسائیوں نے غلو کیا اور یہودیوں نے کمی کی۔(ii) قول حق کے مقابلے میں لوگوں کی بات شک پر مبنی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنۡ يَّتَّخِذَ مِنۡ وَّلَدٍ ۙ سُبۡحٰنَهٗ ؕ اِذَا قَضٰۤى اَمۡرًا فَاِنَّمَا يَقُوۡلُ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ﴾

’’اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ایسا نہیں کہ وہ کوئی اولاد بنائے، وہ پاک ہے، جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو یقیناً اس کے لیے کہتا ہے ’’ہوجا‘‘ تو وہ ہوجاتا ہے‘‘(35)

سوال:﴿مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنۡ يَّتَّخِذَ مِنۡ وَّلَدٍ ۙ سُبۡحٰنَهٗ ؕ اِذَا قَضٰۤى اَمۡرًا فَاِنَّمَا يَقُوۡلُ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ﴾ ’’اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ایسا نہیں کہ وہ کوئی اولاد بنائے، وہ پاک ہے، جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو یقیناً اس کے لیے کہتا ہے ’’ہوجا‘‘ تو وہ ہوجاتا ہے‘‘ اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنۡ يَّتَّخِذَ مِنۡ وَّلَدٍ﴾ ’’اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ایسا نہیں کہ وہ کوئی اولاد بنائے‘‘ یعنی یہ بات اللہ تعالیٰ کے لائق ہی نہیں، کیونکہ یہ ایک امر محال ہے۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز اور قابل ستائش ہے۔ وہ تمام مملکتوں کا مالک ہے۔ پس وہ اپنے بندوں اور غلاموں کو کیسے اولاد بنا سکتا ہے؟ (سعدی:1572/2)

(2)﴿سُبۡحٰنَهٗ﴾ ’’وہ پاک ہے‘‘ اللہ تعالیٰ بیٹے، شریک، شبیہہ اور نظیر سے پاک ہے۔ (ایسر التفاسیر:864)

(3) اللہ تعالیٰ ہر نقص سے پاک اور مقدس ہے۔ (4)﴿اِذَا قَضٰۤى اَمۡرًا﴾ ’’جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے‘‘ جب بھی وہ کسی معاملے کا ارادہ کرتا ہے خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، وہ کام اس کے لیے مشکل نہیں ہوتا۔

(5)﴿فَاِنَّمَا يَقُوۡلُ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ﴾ ’’تو یقیناً اس کے لیے کہتا ہے ’’ہوجا‘‘ تو وہ ہوجاتا ہے‘‘ جب اس کی قدرت اور مشیت تمام عالم علوی اور سفلی پر نافذ ہے تو اس کی اولاد کیسے ہوسکتی ہے؟ اور جب وہ کسی چیز کے وجود کا ارادہ کرتا ہے تو صرف اتنا کہتا ہے (کن) ’’ہوجا‘‘ تب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے وجود میں لانا کون سا مشکل کام ہے؟ (سعدی:1572،1573/2)

(6) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ ولادت کا انکار کرنے والے دراصل اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کرتے ہیں۔

﴿وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّىۡ وَرَبُّكُمۡ فَاعۡبُدُوۡهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِيۡمٌ﴾

’’اور یقیناً اللہ تعالیٰ میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی چنانچہ تم اس کی عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے‘‘(36)

سوال:﴿وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّىۡ وَرَبُّكُمۡ فَاعۡبُدُوۡهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِيۡمٌ﴾ ’’اور یقیناً اللہ تعالیٰ میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی چنانچہ تم اس کی عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے‘‘ اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّىۡ وَرَبُّكُمۡ﴾ ’’اور یقیناً اللہ تعالیٰ میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی‘‘ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے بارے میں آگاہ فرمایا ہے کہ وہ بھی دوسری مخلوق کی طرح اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔

’’ محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ‘‘

www.KitaboSunnat.com

(2)ماں کی گود میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے تعلیم دی کہ میرا اور تمہارا رب اللہ تعالیٰ ہے، اس کی عبادت کرو۔

(3)اسی نے ہمیں پیدا کیا، ہماری صورت گری کی، ہم پر اس کی تدبیر نافذ ہوئی اور ہم میں اس کی تقدیر نے تصرف کیا۔(سعدی:1573/2)

(4)﴿فَاعۡبُدُوۡهُ﴾ ''چنانچہ تم اس کی عبادت کرو'' یعنی اس ایک کی اطاعت اور عبادت کرو یعنی عبادت کو صرف اسی کے لئے خالص کرو اور اس کی طرف انابت اور رجوع میں جدوجہد کرو۔ اس میں توحید ربوبیت اور توحید الوہیت کا اقرار اور توحید ربوبیت کے ذریعے سے توحید الوہیت پر استدلال ہے۔(سعدی:1573/2)

(5)﴿هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِيۡمٌ﴾ ''یہ سیدھا راستہ ہے'' یعنی یہی اعتدال کا راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ تک پہنچاتا ہے کیونکہ یہ انبیاء و مرسلین اور ان کے متبعین کا راستہ ہے اس کے سوا ہر راستہ گمراہی کا راستہ ہے۔(سعدی:1573/2)

(6)جس نے سیدھا راستہ پالیا وہ کامیاب ہو گیا اور جس نے مخالفت کی وہ بھٹک گیا اور گڑھے میں جا گرا۔

﴿فَاخۡتَلَفَ الۡاَحۡزَابُ مِنۡۢ بَيۡنِهِمۡ‌ ۚ فَوَيۡلٌ لِّلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ مَّشۡهَدِ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ﴾

''پھر گروہوں نے اپنے درمیان اختلاف کیا تو ان لوگوں کے لیے جنہوں نے کفر کیا ایک بڑے دن کی حاضری سے ہلاکت ہوگی'' (37)

سوال: فَاخۡتَلَفَ الۡاَحۡزَابُ مِنۡۢ بَيۡنِهِمۡ‌ ۚ فَوَيۡلٌ لِّلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ مَّشۡهَدِ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ﴾ ''پھر گروہوں نے اپنے درمیان اختلاف کیا تو ان لوگوں کے لیے جنہوں نے کفر کیا ایک بڑے دن کی حاضری سے ہلاکت ہوگی'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَاخۡتَلَفَ الۡاَحۡزَابُ مِنۡۢ بَيۡنِهِمۡ﴾ ''پھر گروہوں نے اپنے درمیان اختلاف کیا'' الاحزاب سے مراد یہودیوں اور عیسائیوں کے فرقے ہیں جنہوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کیا۔

(2)اختلاف یہ تھا کہ وہ ولد زِنا یعنی یوسف نجار کے بیٹے ہیں یا ابن اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ پروٹسٹنٹ نے کہا: اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ کیتھولک نے کہا: تین میں سے ایک ہیں۔ آرتھوڈوکس نے کہا: وہ اللہ تعالیٰ ہیں۔(ایسر التفاسیر، فتح القدیر)

(3)جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا حال بیان فرما دیا جس میں کوئی شک اور شبہ نہیں تو آگاہ فرمایا کہ یہود و نصاریٰ اور دیگر فرقے اور گروہ جو گمراہی کے راستے پر گامزن ہیں، اپنے اپنے طبقات کے اختلاف کے مطابق، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں۔ اس بارے میں ایک گروہ افراط اور غلو میں مبتلا ہے تو دوسرا ان کی شان میں تنقیص اور تفریط کرنے والا ہے۔ پس ان میں سے کچھ لوگ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ مانتے ہیں۔ بعض ان کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیتے ہیں، بعض کہتے ہیں وہ تین میں سے ایک ہیں، بعض ان کو رسول بھی تسلیم نہیں کرتے بلکہ وہ بہتان طرازی کرتے ہیں کہ وہ (معاذ اللہ) ولد زنا ہیں۔ مثلاً یہودی وغیرہ۔ ان تمام گروہوں کے اقوال باطل اور ان کی آراء فاسد ہیں جو شک و عناد، بے بنیاد شبہات اور انتہائی بودے دلائل پر مبنی ہیں۔ اس قبیل کے تمام لوگ انتہائی سخت وعید کے مستحق ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''تو ان لوگوں کے لیے جنہوں نے کفر کیا ہلاکت ہوگی'' اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی کتابوں کا انکار کرنے والوں میں یہودی اور عیسائی شامل ہیں جو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کافرانہ کلمات کہتے ہیں۔

(5)﴿مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ﴾ ''ایک بڑے دن کی حاضری سے'' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کرنے والوں کے لیے وہ بڑا دن ہلاکت اور تباہی والا ہوگا۔ وہ دن جب سب انسان اور جن حاضر ہوں گے۔ جس دن سارے فرشتے حاضر ہوں گے۔ جس دن سب مخلوقات اللہ تعالیٰ کے آگے حاضر ہوں گی۔ اس دن شرک کرنے والے فرقوں کی بھی پیشی ہوگی۔

(6) سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تکلیف دہ بات سن کر اللہ تعالیٰ سے زیادہ صبر کرنے والا کوئی نہیں ہے، مشرک کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے اور پھر بھی وہ انہیں معاف کرتا ہے اور انہیں روزی دیتا ہے۔'' (صحیح بخاری:7378)

(7)﴿وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ﴾ ''اور آپ کے رب کی پکڑ اسی طرح ہوتی ہے جب وہ کسی ظلم کرنے والی بستی کو پکڑتا ہے، بلاشبہ اس کی پکڑ بہت دردناک، بڑی سخت ہوتی ہے۔'' (ھود:102)

(8) سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ظالم کو چند روز دنیا میں مہلت دیتا رہتا ہے لیکن جب پکڑتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا'' راوی نے بیان کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی ''اور تیرے پروردگار کی پکڑ اسی طرح ہے جب وہ بستی والوں کو پکڑتا ہے جو (اپنے اوپر) ظلم کرتے رہتے ہیں بیشک ان کی پکڑ بڑی تکلیف دینے والی اور بڑی سخت ہے۔'' (صحیح بخاری:4686)

﴿اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ ۙ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾

''کس قدر سننے والے ہوں گے وہ اور کس قدر دیکھنے والے، جس دن وہ ہمارے پاس آئیں گے، لیکن آج ظالم کھلی گمراہی میں ہیں'' (38)

سوال: ﴿اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ ۙ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''کس قدر سننے والے ہوں گے وہ اور کس قدر دیکھنے والے، جس دن وہ ہمارے پاس آئیں گے، لیکن آج ظالم کھلی گمراہی میں ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ ۙ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا﴾ ''کس قدر سننے والے ہوں گے وہ اور کس قدر دیکھنے والے، جس دن وہ ہمارے پاس آئیں گے'' وہ دن قیامت کا ہوگا جس دن حق کے لیے گونگے، بہرے اور اندھے بنے رہنے والے خوب سنیں گے اور خوب دیکھیں گے۔

رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ﴾ ''اور کاش آپ دیکھیں جب مجرم اپنے رب کے پاس سر جھکائے ہوں گے، اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور ہم نے سن لیا چنانچہ ہمیں واپس بھیج دے ہم نیک عمل کریں گے بلاشبہ ہم یقین کرنے والے ہیں۔'' (السجدہ:12)

(2) اس دن وہ اپنے کفر، شرک اور باطل نظریات کا انکار کریں گے۔

(3)﴿لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''لیکن آج ظالم کھلی گمراہی میں ہیں'' آج کی گمراہیوں کے لیے کل کوئی عذر نہیں ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کوئی حق کو پہچاننے کے باوجود عناد کی بنا پر گمراہ ہے یا حق کو نہ پہچاننے کی وجہ سے بھٹکا ہوا ہے ہر دو صورت میں اپنی گمراہیوں اور بداعمالیوں پر راضی ہے اور حق پہچاننے کی کوشش سے محروم ہیں۔

(4) اللہ تعالیٰ نے انسان کو بڑی حاضری کے دن کا تصور دلا کر احساس دلایا ہے کہ جب ہر چیز سے محروم ہو جاؤ گے، تو کان بھی اچھی طرح سن رہے ہوں گے اور آنکھیں بھی اچھی طرح دیکھ رہی ہوں گی، حالانکہ نہ وہ دیکھنا چاہیں گے اور نہ وہ سننا چاہیں گے یعنی اپنے اختیارات سے محروم ہو جائیں گے اور آج جب کہ اختیار ہے تو اپنی سماعت اور بصارت کو استعمال کر کے حق تک نہیں پہنچتے اور ایسے لگتا ہے کہ دیکھنا اور سننا نہ جانتے ہوں اور گمراہی میں مبتلا ہوں۔

﴿وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾

’’اور آپ اُن لوگوں کو حسرت کے دن سے ڈرائیں جب معاملے کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور وہ غفلت میں ہیں اور وہ ایمان نہیں لاتے‘‘ (39)

سوال: ﴿وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ’’اور آپ اُن لوگوں کو حسرت کے دن سے ڈرائیں جب معاملے کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور وہ غفلت میں ہیں اور وہ ایمان نہیں لاتے‘‘ اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَنْذِرْهُمْ﴾ ’’اور آپ اُن لوگوں کو ڈرائیں‘‘ کسی خوفناک معاملے میں، ترہیب کے پہلو سے اس کی صفات بیان کر کے آگاہ کرنا ’’انذار‘‘ ہے۔ (سعدی: 1574/2)

(2) ﴿يَوْمَ الْحَسْرَةِ﴾ ’’حسرت کے دن سے‘‘ وہ معاملہ جس کے بارے میں بندوں کو سب سے زیادہ ڈرایا جانا چاہیے وہ ’’حسرت کا دن‘‘ ہے جب فیصلہ کیا جائے گا۔ پس اولین و آخرین ایک ہی جگہ اکٹھے کئے جائیں گے اور ان کے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ پس جو کوئی اللہ پر ایمان لایا اور اس کے رسولوں کی اتباع کرتا رہا تو وہ ابدی سعادت سے بہرہ مند ہو گا اس کے بعد کبھی اسے بدبختی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا اور جو کوئی اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لایا اور اس کے رسولوں کی پیروی نہ کی تو وہ بدبختی میں پڑے گا اور اس کے بعد نیک بختی اس کے حصے میں نہیں آئے گی اور اس نے اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو خسارے میں ڈال دیا۔ پس اس وقت حسرت اور ندامت سے دل پارہ پارہ ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت سے محرومی اور اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور جہنم کے استحقاق سے بڑھ کر کون سی حسرت ہو سکتی ہے، جہاں دوبارہ عمل کرنے کے لئے واپسی ممکن نہ ہو اور دنیا میں دوبارہ آ کر اپنے احوال کے بدلنے کا کوئی راستہ نہ ہو۔ (تفسیر سعدی: 1574،1575/2)

(3) اس سے مراد قیامت کا دن ہے جہاں سبھی حسرت کریں گے بدکار بھی کہ کاش اُنہوں نے بُرائیاں نہ کی ہوتیں اور نیک لوگ بھی کہ کاش اُنہوں نے زیادہ نیکیاں کمائی ہوتیں۔

(4) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’قیامت کے دن موت ایک چتکبرے مینڈھے کی شکل میں لائی

’’ محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ‘‘

www.KitaboSunnat.com

جائے گی۔ایک آواز دینے والا فرشتہ آواز دے گا کہ اے جنت والو! تمام جنتی گردن اٹھا اٹھا کر دیکھیں گے،آواز دینے والا فرشتہ پوچھے گا،تم اس مینڈھے کو بھی پہچانتے ہو؟ وہ بولیں گے کہ ہاں، یہ موت ہے اور ان میں سے ہر شخص اس کا ذائقہ چکھ چکا ہوگا۔پھر اسے ذبح کر دیا جائے گا اور آواز دینے والا جنتیوں سے کہے گا کہ اب تمہارے لیے ہمیشگی ہے،موت تم پر کبھی نہ آئے گی اور اے جہنم والو! تمہیں بھی ہمیشہ اسی طرح رہنا ہے،تم پر بھی موت کبھی نہیں آئے گی۔پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی ﴿وَاَنۡذِرۡهُمۡ یَوۡمَ الۡحَسۡرَةِ﴾ اور انہیں حسرت کے دن سے ڈراؤ۔جب کہ اخیر فیصلہ کر دیا جائے گا اور یہ لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں (یعنی دنیادار لوگ) اور ایمان نہیں لاتے۔(بخاری:4730)

(5)﴿وَهُمۡ فِیۡ غَفۡلَةٍ﴾ ''اور وہ غفلت میں ہیں'' یہ سب کچھ انہیں پیش آئے گا مگر ان کی حالت یہ ہے کہ وہ دنیا میں اس عظیم معاملے کے بارے میں غفلت میں پڑے ہوئے ہیں،اس کے بارے میں انہیں کبھی خیال ہی نہیں آیا اور اگر انہیں کبھی خیال آیا بھی ہے تو وہ بھی غفلت میں۔غفلت نے ان کو گھیر رکھا ہے اور مدہوشی ان پر غالب ہے۔(سعدی:2/1574،1575)

(6)﴿اَنۡ تَقُوۡلَ نَفۡسٌ یّٰحَسۡرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطۡتُّ فِیۡ جَنۡۢبِ اللّٰهِ وَاِنۡ كُنۡتُ لَمِنَ السّٰخِرِیۡنَ﴾ یہ کہ کوئی شخص کہے:''ہائے افسوس اُس کوتاہی پر جو میں نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں کی اور بلاشبہ میں مذاق اُڑانے والوں میں سے تھا۔''(الزمر:56)

(7)﴿وَّهُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ﴾ ''اور وہ ایمان نہیں لاتے'' پس وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں نہ اس کے رسولوں کی اتباع کرتے ہیں۔ان کی دنیا نے ان کو غافل کر دیا،ان کے اور ان کے ایمان کے درمیان ختم ہو جانے والی فانی شہوات حائل ہو گئیں۔(تفسیر سعدی:2/1574،1575)

﴿اِنَّا نَحۡنُ نَرِثُ الۡاَرۡضَ وَمَنۡ عَلَیۡهَا وَاِلَیۡنَا یُرۡجَعُوۡنَ﴾

''یقیناً ہم ہی زمین کے وارث ہوں گے اور جو اس پر ہے اور وہ سب ہماری طرف ہی پلٹائے جائیں گے''(40)

سوال1:﴿اِنَّا نَحۡنُ نَرِثُ الۡاَرۡضَ وَمَنۡ عَلَیۡهَا وَاِلَیۡنَا یُرۡجَعُوۡنَ﴾ ''یقیناً ہم ہی زمین کے وارث ہوں گے اور جو اس پر ہے اور وہ سب ہماری طرف ہی پلٹائے جائیں گے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّا نَحۡنُ نَرِثُ الۡاَرۡضَ وَمَنۡ عَلَیۡهَا﴾ ''یقیناً ہم ہی زمین کے وارث ہوں گے اور جو اس پر ہے'' یعنی زمین اور اس پر جو کچھ ہے اس کا خالق اور مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے وہی اس میں تصرف فرماتا ہے۔یہ دنیا اور اس کی تمام چیزیں دنیا والوں کو چھوڑ جائیں گی اور وہ دنیا کو چھوڑ کر چلے جائیں گے۔زمین اور اس کی ہر چیز کا وارث تو اللہ تعالیٰ ہے۔

(2) زمین کی ہر چیز فنا ہو جائے گی اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات باقی رہے گی۔کوئی ملکیت کا دعوے دار نہیں رہے گا۔اللہ تعالیٰ ہی باقی رہے گا وہی حاکم ہوگا۔

(3)﴿وَاِلَیۡنَا یُرۡجَعُوۡنَ﴾ ''اور وہ سب ہماری طرف ہی پلٹائے جائیں گے'' اللہ تعالیٰ سب کو اپنی طرف لوٹائے گا اور اعمال کی جزا دے گا۔لہٰذا جو کوئی نیک عمل کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور جو برے اعمال کرتا ہے اسے اپنے نفس کی ملامت کرنی چاہیے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(4) انسان کی خرابیوں کی جڑ یہ ہے کہ وہ خود کو مالک سمجھتا ہے اُس کے ملکیت کے نشے کو توڑ کر محرومی کی زمین پر کھڑا کر کے حسرت میں مبتلا کر کے غفلت کو توڑ کر اللہ تعالیٰ نے انجام کی فکر لگا دی ہے تا کہ لوگ اُس دن کی تیاری کریں جب کہ کرنے کے مواقع ختم ہو جائیں گے۔

(i) انسان کو اللہ تعالیٰ نے یہ شعور دلایا ہے کہ تم خود کو مالک سمجھتے ہو اور اپنے بھی مالک نہیں۔ (ii) جن اشیاء کا تم خود کو مالک سمجھتے ہو اس کا وارث اللہ تعالیٰ ہے۔ (iii) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حقیقی مالک نہیں۔ (iv) اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

رکوع نمبر 3

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا﴾

''اور آپ اس کتاب میں ابراہیم کا ذکر کرو، یقیناً وہ بہت سچے نبی تھے'' (41)

سوال 1: ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا﴾ ''اور آپ اس کتاب میں ابراہیم کا ذکر کرو، یقیناً وہ بہت سچے نبی تھے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ﴾ ''اور آپ اس کتاب میں ذکر کرو'' اللہ رب العزت نے اپنے نبی ﷺ سے یہ فرمایا ہے کہ آپ ﷺ اس کتاب میں ذکر کرو۔

(2) تمام کتابوں میں سب سے زیادہ جلیل القدر، سب سے افضل اور سب سے زیادہ بلند مرتبے والی کتاب، یہ کتاب مبین اور ذکر حکیم یعنی قرآن مجید ہے۔ اگر اس میں خبریں بیان کی گئی ہیں تو یہ خبریں سب سے زیادہ سچی، سب سے زیادہ حق اور سب سے زیادہ نفع مند ہیں۔ اگر اس میں اوامر ونواہی کا تذکرہ ہے تو یہ اوامر ونواہی سب سے زیادہ قدر و قیمت کے حامل اور سب سے زیادہ عدل وانصاف پر مبنی ہیں۔

(3) اگر اس میں جزا سزا اور وعدے وعید کا ذکر کیا گیا ہے تو وہ سب سے زیادہ سچی خبر اور سب سے زیادہ حق ہے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اس کے عدل وفضل پر سب سے زیادہ دلالت کرتی ہے۔

(4) اور اگر اس میں انبیاء ومرسلین کا ذکر ہے تو اس میں مذکورہ مقدس ہستیاں دیگر تمام لوگوں سے کامل اور افضل ہیں۔ بناء بریں اللہ تبارک وتعالیٰ نے انبیائے کرام کے واقعات بیان کئے ہیں اور ان کا بار بار اعادہ کیا ہے، جن کو اللہ تعالیٰ نے دوسرے لوگوں پر فضیلت عطا کی اور انہیں قدر ومنزلت سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت، اس کی محبت، اس کی طرف انابت، حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے، لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے اور اس راستے میں اذیتوں پر صبر کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو بلند درجات عطا کئے اور انہیں مقامات فاخرہ اور منازل عالیہ سے نوازا۔

(5) اس سورۂ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کا ذکر فرمایا اور اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ وہ بھی ان کا ذکر کریں کیونکہ ان کے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

تذکرے میں اللہ تعالیٰ کی بھی تعریف ہے اوران کی مدح وستائش کا اظہار اوران پراس کے فضل وکرم کا بیان بھی ہے، نیز اس میں ان پر ایمان لانے، ان کے ساتھ محبت کرنے اوران کی پیروی کرنے کی ترغیب ہے۔(سعدی:1577,1576/2)

(6)﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ﴾ ''اورآپ اس کتاب میں ابراہیم کا ذکر کرو، یعنی اے نبی قرآن کریم میں ذکر کرو ہمارے خلیل سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا یعنی مشرکوں کوان کے والد کا قصہ بیان کرو۔

(7)سیدنا ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے۔عراق میں پیدا ہوئے۔ان کے والد بت پرست تھے۔اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا خلیل بنالیا تھا۔

(8) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام انبیاء ومرسلین میں افضل ہیں۔(9) اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد میں کثیر انبیاء پیدا کیے۔

(10)سیدنا ابراہیم علیہ السلام تمام اصحاب فضیلت گروہوں کے تیسرے باپ ہیں۔

سوال2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے تذکرے میں کیا حکمت ہے؟

جواب: (1)سیدنا ابرہیم علیہ السلام کے تذکرے میں بھی رب العزت کی تعریف ہے۔اور یہ کہ وہ کیسے اللہ تعالیٰ کی مدح وستائش کا اظہار کرتے تھے۔

(2)اس تذکرے میں ان پر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کا بیان بھی ہے اوران پر ایمان لانے اوران سے محبت کرنے اوران کی پیروی کرنے کی رغبت بھی دلائی گئی ہے۔

(3)اس تذکرے سے مشرکوں کو یہ سمجھانا مطلوب ہے کہ جن سے تم عقیدت رکھتے ہو اور جن کی اولاد ہونے پر فخر کرتے ہو وہ تو بت شکن تھے اورتم بت پرست ہو۔یہ کیسی عقیدت ہے کہ سچے نبی کے ساتھ تعلق رکھ کر جھوٹ کی زمین پر کھڑے ہو۔

سوال3: ﴿اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا﴾ ''یقیناً وہ بہت سچے نبی تھے'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا﴾ ''یقیناً وہ بہت سچے تھے'' یعنی وہ کثیر الصدق تھے اور سچائی کی اعلیٰ حد تک پہنچے ہوئے تھے۔ (ایسر التفاسیر:866) (2)صدیق ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جو اپنی باتوں، اپنی خبروں اوراپنے وعدوں میں سچا ہو۔(الثعالبی 21/16)

(3) اللہ تبارک وتعالیٰ نے بیک وقت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو صدیقیت اور نبوت سے سرفراز فرمایا۔صدیق بہت راست باز شخص کو کہا جاتا ہے۔پس وہ اپنے اقوال افعال اور احوال میں سچا ہونے کے ساتھ ساتھ ہر اس چیز کی بھی تصدیق کرتا ہے جس کی تصدیق کا اسے حکم دیا جاتا ہے۔یہ خوبی مستلزم ہے اس عظیم علم کو جو دل کی گہرائیوں تک پہنچتا اور اس پر اثر انداز ہوتا ہے، نیز یقین اور کامل عمل صالح کا موجب ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی 1577/2) (4)صدیق وہ ہوتا ہے جس کے قول اور عمل میں مطابقت ہو۔جو سچائی کے اعلیٰ مرتبے پر ہو۔نبوت کے بعد سب سے اعلیٰ مقام صدیقیت کا ہے۔ہر نبی صدیق ہوتا ہے لیکن ہر صدیق نبی نہیں ہوتا۔

سوال4: اسلام صدق یا سچائی کو کیا اہمیت دیتا ہے، وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی ذات حق ہے۔وہ سب سے بڑی سچائی جس کی وجہ سے کائنات وجود میں آئی۔اسلام اس سچائی کا اقرار کرنے اور اس کی سچی باتوں پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہے کیونکہ اس کی ہر بات سچی، اس کی ملاقات سچی، اس کے رسول سچے، اس کی کتابیں سچی، اس کی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

تقدیر سچی ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ﴾ ''اور یقیناً ہم ہی سچے ہیں'' (الانعام:146)

(2)انسان کے ہر قول اور عمل کی درستگی کی بنیاد یہ ہے کہ اس کے لیے اس کا دل اور اس کی زبان باہم ایک دوسرے سے مطابق اور ہم آہنگ ہوں،اسی کا نام صدق یا سچائی ہے۔﴿وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾''اور جو شخص سچائی لے کر آیا اور اُس نے اُس کی تصدیق کی، یہی لوگ متقی ہیں'' (الزمر:33)﴿قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ﴾''آپ کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے، چنانچہ ابراہیم کی ملت کی پیروی کرو جو یکسو تھا اور مشرکوں میں سے نہ تھا۔

(آل عمران:95)

(3)جو سچا نہیں،اس کا دل ہر برائی کا گھر ہوسکتا ہے،اور جو سچا ہے اس کے لیے ہر نیکی کے حصول کا راستہ آسان ہے۔کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ! مجھ میں چار بری خصلتیں ہیں: ایک یہ کہ بدکار ہوں، دوسری یہ کہ چوری کرتا ہوں، تیسری یہ کہ شراب پیتا ہوں، چوتھی یہ کہ جھوٹ بولتا ہوں۔ان میں سے جس ایک کو فرمائیے،آپ کی خاطر اسے چھوڑ دوں، ارشاد ہوا کہ جھوٹ نہ بولا کرو، چنانچہ اس نے اس کا عہد کیا،اب جب رات ہوئی تو شراب پینے کو جی چاہا،اور پھر بدکاری کے لیے آمادہ ہوا تو اس کو خیال گزرا کہ صبح کو جب نبی ﷺ پوچھیں گے کہ رات تم نے شراب پی اور بدکاری کی؟ تو کیا جواب دوں گا اگر ہاں کہوں گا تو زنا اور شراب کی سزا دی جائے گی،اگر ''نہیں'' کی تو عہد کے خلاف ہوگا۔یہ سوچ کر ان دونوں سے باز رہا۔جب رات زیادہ گزری اور اندھیرا خوب چھا گیا تو چوری کے لیے گھر سے نکلنا چاہا تو پھر اسی خیال نے اس کا دامن تھام لیا کہ کل پوچھ گچھ ہوئی تو کیا کہوں گا،ہاں کروں گا تو ہاتھ کٹیں گے،اور نہیں کرتا تو بدعہدی ہوتی ہے،اس خیال کے آتے ہی اس جرم سے بھی باز آیا،صبح ہوئی تو وہ دوڑ کر خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ! جھوٹ نہ بولنے سے میری چاروں بری خصلتیں مجھ سے چھوٹ گئیں، یہ سن کر نبی ﷺ مسرور ہوئے۔یہ روایت سند کی رو سے کتنی ہی کمزور ہو، مگر نتیجہ کے لحاظ سے بالکل درست ہے۔سچائی کی عادت انسان کو بہت سی برائیوں سے بچاتی ہے،جو سچا ہوگا وہ ہر برائی سے پاک ہونے کی کوشش ضرور کرے گا، وہ راست باز ہوگا راست گو ہوگا، وعدہ کو پورا کرے گا،عہد کو وفا کرے گا، دلیر ہوگا، دل کا صاف ہوگا، ریاکار نہ ہوگا اس کے دل میں نفاق نہ ہوگا، پیچھے کچھ اور سامنے کچھ اس کی شان نہ ہوگی۔صدق صفات ربانی میں سے بھی سب سے بڑی صفت ہے اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر سچا کون ہوسکتا ہے، قیامت کے وعدہ کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ آپ فرماتا ہے﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط لَیَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَا رَیْبَ فِیْهِ ط وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تم سب کو قیامت کے دن ضرور جمع کرے گا جس میں کوئی شبہ نہیں اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ بات میں سچا اور کون ہے؟'' (النساء:87)﴿وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ط وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ط وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِیْلًا﴾ ''اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے انہیں ہم عنقریب جنتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ،اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے،اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کون بات میں سچا ہے؟'' (النساء:122)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) جو لوگ رب پر ایمان لاتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے وعدوں کو سچا ہوتے دیکھ کر پکار اٹھتے ہیں ﴿وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۡ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے سچ کہا اور اُس چیز نے اُن کے ایمان اور اطاعت میں اضافہ ہی کیا۔'' (الاحزاب: 22)

(5) صدق اور سچائی پیغمبروں کا سب سے پہلا وصف ہے کیونکہ ان کی ساری باتیں، دعوے، دلیلیں اور حکم اگر نعوذ باللہ سچائی سے ذرا بھی خالی ہوں تو ان کی پیغمبری اور نبوت کی ساری عمارت دھم سے زمین پر گر جائے، اللہ تعالیٰ نے کئی پیغمبروں کو اس صفت سے خاص طور سے موصوف کیا ہے، سب سے پہلے تو خود ملت حنیف کے داعی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اس سے متصف فرمایا ہے۔﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا﴾ ''اور آپ اس کتاب میں ابراہیم کا ذکر کرو، یقیناً وہ بہت سچے نبی تھے۔'' (مریم:41)﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا﴾ ''اور آپ اس کتاب میں اِدریس کا ذکر کرو، یقیناً وہ سچا نبی تھا۔'' (مریم:56) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ سیدہ مریم علیہا السلام کے بارے میں فرمایا:﴿وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ﴾ ''اور اس کی ماں صدیقہ تھی۔'' (المائدہ:75) سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے اپنے والد سے صبر و شکر کا جو وعدہ پورا کیا تو صادق الوعد کہلائے۔﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا﴾ ''اور آپ کتاب میں اسماعیل کا ذکر کرو، یقیناً وہ وعدے کا سچا تھا اور رسول نبی تھا۔'' (مریم:54)

(6) اسلام اور ایمان کے درجے کے بعد مغفرت اور جنت کا وعدہ سچے لوگوں کے ساتھ ہے۔﴿اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَ الْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا﴾ ''یقیناً اطاعت کرنے والے مرد اور اطاعت کرنے والی عورتیں اور ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں اور فرماں برداری کرنے والے مرد اور فرماں برداری کرنے والی عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور خشوع کرنے والے مرد اور خشوع کرنے والی عورتیں اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں، اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے مغفرت اور بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔'' (الاحزاب:35)

(7) اسلام میں سچائی کی اہمیت اتنی بڑھائی گئی ہے کہ یہی نہیں کہ سچائی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے بلکہ یہ بھی تاکید آئی ہے کہ ہمیشہ سچوں کا ساتھ دو، سچوں ہی کی جماعت سے تعلق اور رابطہ رکھو، اور ان ہی کی صحبت میں رہو کہ ان کی سچائی کے اثر سے تم بھی سچے رہو، سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور ان کے دو ساتھیوں نے جو تبوک کے سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ جا سکے تھے ہر قسم کی تکلیفیں سہہ کر جس سچائی کا ثبوت

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

دیا تھا، اس کی طرف اشارہ کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔'' (التوبہ:119)

(8) اسلام کی نگاہ میں سچائی سے مراد صرف قول کی سچائی نہیں، نیت اور ارادے کی سچائی، عزم اور اس کو پورا کرنے میں سچائی، عمل میں سچائی، دین داری کے مقامات اور مراتب میں سچائی یعنی زبان، دل اور عمل کی سچائی۔

﴿اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا﴾

''جب اُس نے اپنے باپ سے کہا: ''اے میرے ابا جان! آپ اس کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے اور نہ آپ کے کچھ بھی کام آ سکتا ہے؟'' (42)

سوال: ﴿اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا﴾ ''جب اُس نے اپنے باپ سے کہا: ''اے میرے ابا جان! آپ اس کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے اور نہ آپ کے کچھ بھی کام آ سکتا ہے؟'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ﴾ ''جب اُس نے اپنے باپ سے کہا'' جب ابراہیم نے بتوں کی برائی بیان کرتے ہوئے اپنے باپ آزر سے کہا۔ (2) ﴿يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا﴾ ''اے میرے ابا جان! آپ اس کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے اور نہ آپ کے کچھ بھی کام آ سکتا ہے؟'' آپ ایسی چیز کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو نہ سنے، نہ دیکھے، جو دوسرے حیوانات سے بھی کم تر درجے کی ہو، جو کسی نفع ونقصان کی مالک نہ ہو یعنی انسان تو اسی کے آگے سر جھکا سکتا ہے جو انسان سے اعلیٰ ہو زیادہ علم اور قوت والا ہو جو انسان کو فائدہ پہنچا سکے۔

(3) یعنی آپ ان بتوں کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو اپنی ذات اور افعال میں ناقص ہیں، جو سن سکتے ہیں، نہ دیکھ سکتے ہیں، جو اپنے عبادت گزار کو کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان، بلکہ وہ خود اپنے آپ کو کوئی نفع نہیں پہنچا سکتے اور نہ اپنی ذات سے کوئی چیز دور ہٹانے کی قدرت رکھتے ہیں۔ پس یہ اس حقیقت پر ایک روشن دلیل ہے کہ ایسی ہستی کی عبادت کرنا، جو اپنی ذات اور اپنے افعال میں ناقص ہے، عقل اور شرع کے اعتبار سے قبیح ہے۔ اس کی تنبیہ اور اس کا اشارہ دلالت کرتا ہے کہ عبادت صرف اسی ہستی کی واجب اور مستحسن ہے جو کمال کی مالک ہے، جس کے سوا بندے کہیں سے نعمتیں حاصل نہیں کر سکتے، جس کے سوا کوئی اور ہستی ان سے کوئی تکلیف دور نہیں کر سکتی اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی ذات۔ (سعدی:1577/2)

﴿يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا﴾

''اے میرے ابا جان! بلاشبہ میرے پاس یقیناً وہ علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا چنانچہ آپ میرے پیچھے چلیں،

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

میں آپ کو سیدھے راستے پر لے جاؤں گا'' (43)

سوال 1: ﴿يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا﴾ ''اے میرے ابا جان! بلاشبہ میرے پاس یقیناً وہ علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا چنانچہ آپ میرے پیچھے چلیں، میں آپ کو سیدھے راستے پر لے جاؤں گا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ﴾ ''اے میرے ابا جان! بلاشبہ میرے پاس یقیناً وہ علم آیا ہے'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی معرفت، اللہ تعالیٰ کے یقین، بعث بعد الموت اور مشرکوں کے لیے دائمی عذاب کے علم کا تذکرہ اپنے والد سے کیا۔

(2) یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ علم دیا جو آپ کو نہیں دیا۔

(3) ﴿فَاتَّبِعْنِيْٓ﴾ ''چنانچہ آپ میرے پیچھے چلیں'' یعنی میں جس چیز کی آپ کو دعوت دیتا ہوں اس پر میرا اعتقاد ہے اور میں اس پر عمل پیرا ہوں لہٰذا اس میں میری اطاعت کریں۔ (4) یعنی اللہ تعالیٰ کے دین کی پیروی کریں۔ (سمرقندی: 394/2)

(5) ﴿اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا﴾ ''میں آپ کو سیدھے راستے پر لے جاؤں گا'' اور وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اس تنہا کی عبادت کرنا ہے۔ (6) سیدنا ابراہیم علیہ السلام چاہتے تھے کہ وہ ہمیشہ کی سعادت اور کامیابی حاصل کریں یہ ایک نبی کی پیروی کے بغیر ممکن نہ تھا اس لیے اُنہوں نے اپنی پیروی کی دعوت دی تاکہ وہ سیدھے راستے پر چلیں۔

(7) یعنی سیدھا اور معتدل راستہ اور وہ ہے اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور تمام احوال میں اس کی اطاعت کرنا۔ اس خطاب میں جو لطف و کرم اور جو نرمی ہے وہ مخفی نہیں۔ آپ علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا کہ ''ابا جان میں عالم ہوں اور آپ جاہل ہیں'' یا ''آپ کے پاس کوئی علم نہیں'' آپ علیہ السلام نے اس پیرائے میں گفتگو فرمائی ''میرے پاس اور آپ کے پاس علم ہے مگر جو علم مجھ تک پہنچا ہے وہ آپ تک نہیں پہنچا، اس لئے آپ کے لئے مناسب یہی ہے کہ آپ دلیل کی پیروی کریں اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں۔ (سعدی: 1577,1578/2)

سوال 2: کیا بیٹا اپنے باپ کا احتساب کر سکتا ہے؟ قریبی رشتہ داروں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے میں رسول اللہ ﷺ کا اسوہ ہماری کیا راہنمائی کرتا ہے؟

جواب: (1) اگر یہ کہا جائے کہ جس طرح باپ اپنے بیٹے کا، شوہر اپنی بیوی کا، استاد اپنے شاگرد کا، آقا اپنے غلام کا اور بادشاہ اپنی رعایا کا بہر صورت احتساب کر سکتا ہے۔ کیا احتساب کی یہ ولایت باپ پر بیٹے کو، شوہر پر بیوی کو، استاد پر شاگرد کو، آقا پر غلام کو اور بادشاہ پر رعایا کو بھی حاصل ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم ان افراد کے لیے بھی اصل ولایت ثابت کرتے ہیں لیکن تفصیلات میں قدرے اختلاف ہے۔ (احیاء العلوم: 508/2)

(2) رب العزت نے گھر والوں کو آگ سے بچانے کا حکم دیا ہے۔ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ عَلَيۡهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعۡصُوۡنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمۡ وَيَفۡعَلُوۡنَ مَا يُؤۡمَرُوۡنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جس پر تند مزاج، سخت گیر فرشتے مقرر ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے، اور اُنہیں جو حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں۔'' (التحریم:6)

(3) سیدنا قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے (اہل کو آگ سے بچانے) کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ انہیں اطاعت الٰہی کا حکم دے، اس کی نافرمانی سے منع کرے، ان سے احکام الٰہیہ کی پابندی کروائے، اور اس سلسلے میں ان کے ساتھ تعاون کرے، اور جب وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو کوئی کام کریں تو انھیں اس سے روک دے، اور اس پر جھڑک دے۔ (طبری:107/28)

(4) علامہ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے مطابق اہل کو جہنم کی آگ سے بچانے کا معنی یہ ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر لگائے رکھے، اور اپنے ذمہ فرائض کے ادا کرنے کا پابند کرے۔ (البحر المحیط:287/8)

(5) حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ تفسیر کے مطابق اپنی جانوں کو عذاب سے بچانے کی صورت یہ ہے کہ اوامر الٰہیہ کی تکمیل کرے اور اس کی ممنوعہ باتوں سے دور رہے، اور اہل کو عذاب سے بچانے کی صورت یہ ہے کہ انہیں نیک اعمال کرنے کا حکم دیا جائے اور برے کاموں سے منع کیا جائے۔ (زاد المسیر:312/8)

(6) رب العزت کے یہاں حق کے معاملے میں رشتہ داروں کا لحاظ نہیں ہوگا۔ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا كُوۡنُوۡا قَوّٰمِيۡنَ بِالۡقِسۡطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوۡ عَلٰٓى اَنۡفُسِكُمۡ اَوِ الۡوَالِدَيۡنِ وَالۡاَقۡرَبِيۡنَ ۚ اِنۡ يَّكُنۡ غَنِيًّا اَوۡ فَقِيۡرًا فَاللّٰهُ اَوۡلٰى بِهِمَا ۖ فَلَا تَتَّبِعُوا الۡهَوٰٓى اَنۡ تَعۡدِلُوۡا ۚ وَاِنۡ تَلۡوٗٓا اَوۡ تُعۡرِضُوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرًا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! انصاف پر پوری طرح قائم رہنے والے اور اللہ تعالیٰ کے لئے گواہی دینے والے بنو، اگرچہ تمہاری اپنی جانوں کے یا والدین کے اور رشتے داروں کے خلاف ہو، اگر کوئی مال دار ہے یا فقیر، تو اللہ تعالیٰ ان دونوں سے زیادہ حق دار ہے، چنانچہ خواہشِ نفس کی اتباع نہ کرو کہ تم عدل کرو اور اگر تم زبان کو پیچ دو یا پہلو تہی کرو تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے جو تم عمل کرتے ہو اس سے پوری طرح باخبر ہے۔'' (النساء:135)

(7) غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں تحریر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے والدین اور رشتے داروں کے خلاف گواہی دینے سے مراد یہ ہے کہ انہیں نیکی کا حکم دیا جائے۔ (احیاء علوم الدین:307/2)

(8) شیخ ابن داؤد صالحی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلے میں لکھا ہے کہ یہ آیت واضح طور پر (امر بالمعروف اور نہی عن المنکر) کے وجود پر دلالت کناں ہے، اگرچہ اس کا تعلق ماں باپ اور رشتے داروں سے کیوں نہ ہو۔ (الکنز الاکبر فی الامر بالمعروف والنھی عن المنکر:47/1)

(9) رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا كُوۡنُوۡا قَوّٰمِيۡنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالۡقِسۡطِ ۖ وَلَا يَجۡرِمَنَّكُمۡ شَنَاٰنُ قَوۡمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعۡدِلُوۡا ؕ اِعۡدِلُوۡا ۚ هُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰى ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کے لیے خوب

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

قائم رہنے والے، انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ، اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات کا مجرم نہ بنادے کہ تم عدل نہ کرو، عدل کرو یہی تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ، جو بھی تم عمل کرتے ہو یقیناً اللہ تعالیٰ اُس سے پوری طرح باخبر ہے۔"

(المائدہ:8)

(10) علامہ محمد جمال الدین قاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے آیت کریمہ کی تفسیر میں بعض مفسرین کا قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور انصاف کے ساتھ ڈٹے رہنے کی فرضیت پر دلالت کناں ہے، اور اسی میں عدل وانصاف کے ساتھ گواہی دینا، فیصلہ کرنا اور فتوی دینا شامل ہے۔ اسی طرح حق بات کہنے کے فریضہ میں کسی دشمن یا دوست کی وجہ سے کوتاہی نہ کی جائے اور نہ ہی خواہش کی پیروی کی جائے۔ (قاسمی:117/6)

(11) علامہ ابن حیان اندلسی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا ہے: اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ جس شخص کی عزت اور تکریم کا حکم دیا گیا ہے، صراط مستقیم سے ہٹنے کی صورت میں اس کا بھی احتساب کیا جائے گا۔ (البحر المحیط:169/4)

(12) اسی بنا پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (دعوت کی) ابتدا سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا زید رضی اللہ عنہ سے کی، اور یہ آپ کے ساتھ ایک ہی گھر میں رہائش پذیر تھے، یہ لوگ ایمان لا کر باقی لوگوں پر سبقت لے گئے، پھر آپ نے قریش کے باقی تمام لوگوں کو دعوت دی، پھر اہل عرب کو، اور پھر غلاموں کو۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے (بھی) دعوت کی ابتدا اپنے باپ اور قوم سے کی۔ (دعوۃ الرسل الی اللہ:43)

(13) شیخ احمد عدوی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے باپ کے احتساب کے واقع سے مستفید باتیں بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے: "اللہ تعالیٰ ہمیں یہ بتلا رہے ہیں کہ اس کے نبی سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے باپ اور اپنی قوم کو بتوں کی پرستش کرتے دیکھا تو احترامِ باپ ان کے احتساب کی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو واضح فرمادیا کہ باپوں کے ادب کا معنی یہ نہیں کہ انہیں غلط کام کرتے رہنے دیا جائے۔ اگر ان کا احتساب ان کے ناراض ہونے کا سبب بنتا ہے تو (کچھ پرواہ نہیں کیونکہ) یہی طرز عمل رضائے الٰہی کے حصول کا باعث ہے، اور اللہ تعالیٰ کا حق باپوں کے حق سے زیادہ ہے۔" شیخ ابوبکر الجزائری رحمۃ اللہ علیہ نے قلم بند کیا: "ان آیات سے حاصل ہونے والی ہدایت کی باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ مشرکوں کو شرک پر ٹوکا جائے، اور ان سے موافقت نہ کی جائے اگرچہ وہ (شرک کا ارتکاب کرنے والا) انتہائی قریبی رشتے دار کیوں نہ ہو۔" (ایسر التفاسیر:625/1)

(14) باپ کے احتساب کی حکمت بیان کرتے ہوئے شیخ محمد احمد عدوی نے تحریر کیا ہے: "یقیناً باپ اپنے بچے کی تربیت کے ذریعے اور اس کو دیگر نعمتیں مہیا کر کے اس پر کمال احسان کرتا ہے اور مناسب بات یہ ہے کہ اس کے اس احسان کا بدلہ چکایا جائے، اور باپ کے ساتھ سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اس کو ایسی بات کی دعوت دی جائے جس میں اس کی سعادت ہو، اور اس کو جہنم کی آگ سے بچانا ہو۔" (دعوت الرسل الی اللہ:44)

(15) شیخ عمر سنامی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا ہے: "اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر ماں یا باپ (کے تقدس اور مقام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ومرتبہ) کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتے کیونکہ اس بارے میں نصوص سب کے احتساب کو شامل ہے۔علاوہ ازیں احتساب تو محتسب علیہ کے فائدے کے لیے ہے اور اولاد کی نفع رسانی کے لیے سب سے زیادہ حق دار والدین ہیں۔'' (نصاب الاحتساب:89)

(16) سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اپنے باپ کو دعوت دینے کے فوائد میں سے ایک یہ ہے کہ ان کی قوم پر اتمام حجت ہو جائے اور ان میں سے کوئی یہ کہنے کی جسارت نہ کرسکے کہ جب وہ اپنے قرابت داروں کو گمراہی سے نکلنے کی دعوت نہیں دے رہا تو پھر ہمیں کیوں دعوت دیتا ہے؟ اگر اس کی دعوت سچی ہے تو کیا یہ مناسب نہیں کہ دعوت میں، قریبی اور اجنبی میں فرق روا نہ رکھا جائے؟ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے اس عذر کی بیخ کنی کی خاطر اپنے باپ کو اس طرح صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیا جس طرح کہ انہیں دیا۔ (دعوۃ الرسل:44)

(17) شیخ عدوی نے یہ بھی لکھا ہے: شاید اسی حکمت کی بنا پر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا پابند کیا گیا کہ وہ اپنی قوم کو ڈرانے سے پہلے اپنے قرابت داروں کو ڈرائیں۔ چنانچہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان حق کیا تو اپنے اقارب کو جمع کرنا اور ڈرانا شروع کیا۔ آپ نے ان پر واضح کر دیا کہ انہوں نے آپ کی نافرمانی کی تو وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کے سلسلے میں ان کے کسی کام نہ آسکیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے عباس بن عبدالمطلب! میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمہارے کچھ کام نہ آسکوں گا۔ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی صفیہ! میں اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کے کسی کام نہ آؤں گا۔ اے فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میرے مال میں سے جو چاہو مجھ سے طلب کرلو لیکن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمہیں کوئی فائدہ نہ پہنچا سکوں گا۔'' (دعوۃ الرسل:44)

(18) ﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰـهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا﴾ ''اور آپ کے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر آپ کے پاس ان دونوں میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان دونوں کو ''اُف'' تک نہ کہو اور نہ ہی ان کو جھڑکو اور ان سے عزت والی بات کرو۔'' (بنی اسرائیل:23)

(19) ﴿وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓي اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۡ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور اگر وہ دونوں تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ تو کسی کو شریک کرے جس کا تجھے علم بھی نہیں پھر اُن دونوں کی اطاعت نہ کرنا اور دنیا میں اُن دونوں کے ساتھ اچھے طریقے سے رہو اور اُس کے راستے پر چلو جس نے میری طرف رجوع کیا، پھر میری طرف ہی تمہارا پلٹنا ہے تو میں تمہیں بتا دوں گا جو کچھ تم عمل کیا کرتے تھے۔'' (لقمان:15)

(20) ﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِىَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ﴾ ''اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ دعوت دیں اور اُن سے اس طریقے سے بحث کریں جو زیادہ اچھا ہو یقیناً آپ کا رب اُن کو زیادہ جانتا ہے جو اُس کے راستے سے بھٹک گئے ہیں اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں کو بھی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

خوب جانتا ہے۔'' (النحل:125)

(21) والدین سے متعلقہ برائی کا ہاتھ سے بدلنا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے جو کوئی برائی کو دیکھے اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دے، پس اگر (اس کی) طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے (بدل دے)، پس اگر (اس کی بھی) استطاعت نہ ہو تو اپنے دل سے برا جانے، اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔'' (صحیح مسلم:95)

(22) یہ کہا جا سکتا ہے کہ کتاب وسنت میں امر بالمعروف کا حکم مطلقاً وارد ہوا ہے اس میں کسی طرح کی کوئی تخصیص موجود نہیں ہے اور والدین کو ایذا رسانی سے منع کرنے کا حکم مخصوص ہے مگر اس وقت کے لیے ہے جب کہ وہ کسی منکر میں مبتلا نہ ہو۔ یعنی بیٹے کا یہ حق نہیں ہے کہ اگر اس کا باپ کسی منکر میں مبتلا ہو تو وہ ڈانٹ ڈپٹ یا مار پیٹ کے ذریعے سے اسے اس منکر سے باز رکھ سکے۔ جلاد کے لیے حد زنا میں اپنے باپ کو قتل کرنا اور اجراء حد کی کاروائیوں میں براہ راست شریک ہونا جائز نہیں ہے۔ مسلمان بیٹے کا کافر باپ کے قتل میں شریک ہونا بھی جائز نہیں ہے۔ باپ کا حق یہاں تک ہے کہ اگر وہ اپنے بیٹے کا ہاتھ کاٹ دے تو اس کا قصاص نہیں ہوگا۔ بیٹے کے لیے تو یہ بھی جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے باپ کو کٹے ہوئے ہاتھ کے بدلے کوئی ایذا پہنچائے۔ اس سلسلے میں متعدد روایات ہیں اور بظاہر اس میں کسی کا اختلاف بھی نہیں ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

(23) رشتے داروں کو ڈرانے کا حکم: ﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ ''اور آپ اپنے قریبی رشتے داروں کو ڈرائیں۔'' (الشعراء:214)

(24) رسول اللہ ﷺ کا طرزِ عمل: دعوتِ طعام پر کنبے والوں کو ڈرانا: جب یہ آیت ﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ نازل ہوئی، تو نبی ﷺ نے اپنے کنبے کے لوگوں کو جمع فرمایا، ان کی تعداد تیس ہوگئی، وہ کھا پی چکے تو نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: ''میرے دین اور وعدوں کی ضمانت دے کر کون جنت میں میرا ساتھی اور میرے کنبے میں میرے بعد میرا جانشین ہوگا؟'' ایک شخص نے کہا: شریک (یعنی حدیث کے راوی) نے اس کا نام ذکر نہیں کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ تو (جود وسخاوت کے) سمندر ہیں، اس ذمہ داری کو کون سر انجام دے سکتا ہے؟'' انہوں (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا: ''پھر ایک دوسرے شخص نے (کچھ) گفتگو کی۔'' نبی ﷺ نے اسی بات کی پیش کش اپنے گھر والوں پر فرمائی، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں (یعنی میں آپ کی پیش کش قبول کرنے کے لیے حاضر ہوں)۔'' (مسند احمد:883)

(25) کوہ صفا پر جب آیت کریمہ ﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ نازل ہوئی تو نبی ﷺ (کوہ) صفا پر تشریف لے گئے اور پکارنے لگے: اے بنو فہر! اے بنو عدی! قریش کے مختلف قبیلوں کے نام لے کر انہیں بلانا شروع کیا، یہاں تک کہ وہ جمع ہو گئے۔ جو شخص خود نہ جا سکا اس نے اپنا قاصد بھیجا تاکہ وہ صورت حال سے آگاہ ہو۔ ابولہب اور قریش (کے دیگر لوگ) پہنچ گئے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر میں تمہیں یہ خبر دوں کہ اس وادی میں موجود گھڑ سواروں کی ایک جماعت تم پر غارت گری کا ارادہ کر رہی ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟'' انہوں نے جواب دیا: ''ہاں، آپ کے بارے میں ہمارا تجربہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ سچ بولا ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: یقیناً میں تمہیں شدید

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عذاب کی آمد سے پہلے ڈرانے والا ہوں۔" ابولہب نے کہا: "سارا دن تیری تباہی ہو، کیا تو نے اسی مقصد کی خاطر ہمیں جمع کیا ہے"؟ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں: ﴿تَبَّتْ يَدَآ أَبِي لَهَبٍ وَّتَبَّ﴾ "ٹوٹ گئے ابولہب کے ہاتھ اور وہ نامُراد ہوا۔" (لہب:1) (بخاری:477)

﴿يٰٓأَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ۖ إِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا﴾

"اے میرے ابا جان! آپ شیطان کی عبادت نہ کریں، یقیناً شیطان ہمیشہ سے رحمٰن کا بڑا نافرمان ہے" (44)

سوال: ﴿يٰٓأَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ۖ إِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا﴾ "اے میرے ابا جان! آپ شیطان کی عبادت نہ کریں، یقیناً شیطان ہمیشہ سے رحمٰن کا بڑا نافرمان ہے" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓأَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ﴾ "اے میرے ابا جان! آپ شیطان کی عبادت نہ کریں" یعنی شیطان کی دعوت قبول نہ کرو۔

(2) جو کوئی شیطان کی اطاعت کرتا ہے وہ اس کی عبادت کرتا ہے۔ (سمرقندی:394/2)

(3) اس سے مراد شیطان کی بتائی ہوئی چیزوں کی عبادت ہے۔ انسان کے اندر فطری طور پر یہ جذبہ رکھ دیا گیا ہے کہ وہ کسی کو بڑا درجہ دے کر اپنی محبت وعقیدت کے جذبات اس پر نچھاور کر دے۔ انسان کی محبتوں کا اصل مرکز اللہ تعالیٰ کی ذات ہے مگر شیطان طرح طرح سے انسان کے ذہن کا رُخ پھیر دیتا ہے اس طرح وہ انسان کو مشرک بنانے کی کوشش کرتا ہے اور انسان وہ جذبے اور توجہ جو رب کو دینی چاہیے غیر اللہ کو دے دیتا ہے۔

(4) ﴿إِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا﴾ "یقیناً شیطان ہمیشہ سے رحمٰن کا بڑا نافرمان ہے" شیطان رحمٰن کا نافرمان ہے اپنے رب کی عبادت سے تکبر کرتا ہے جو اس کی اطاعت کرتا ہے اس کو شیطان اغوا کر لیتا ہے۔ (قرطبی:111/11)

(5) پس جو کوئی شیطان کے نقش قدم کی پیروی کرتا ہے وہ شیطان کا دوست، اور شیطان کی مانند اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے۔ یہاں نافرمانی کو اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک (رحمن) کی طرف مضاف کرنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نافرمانیاں بندے کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم کر دیتی ہیں اور اس پر رحمت کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت، رحمت الٰہی کے حصول کا سب سے بڑا سبب ہے۔ (سعدی:1578/2)

(6) ﴿أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يٰبَنِيٓ اٰدَمَ أَن لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۖ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ﴾ "اے آدم کی اولاد! کیا میں نے تمھیں تاکید نہیں کی تھی کہ شیطان کی عبادت نہ کرو یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔" (یٰسین:60)

(7) ﴿تَاللّٰهِ لَقَدْ أَرْسَلْنَآ إِلٰٓى أُمَمٍ مِّن قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ أَعْمٰلَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ "اللہ تعالیٰ کی قسم! بلاشبہ یقیناً آپ سے پہلے بھی بہت سی اُمتوں کی طرف ہم نے رسول بھیجے۔ پھر شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال کو خوش نما بنا دیا، چنانچہ پھر وہی آج ان کا سرپرست ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔" (النحل:63)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿يٰٓاَبَتِ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا﴾

''اے میرے ابا جان! یقیناً میں ڈرتا ہوں کہ آپ کو رحمٰن کا کوئی عذاب پکڑ لے پھر آپ شیطان کے ساتھی ہو جائے'' (45)

سوال: ﴿يٰٓاَبَتِ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا﴾ ''اے میرے ابا جان! یقیناً میں ڈرتا ہوں کہ آپ کو رحمٰن کا کوئی عذاب پکڑ لے پھر آپ شیطان کے ساتھی ہو جائیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَبَتِ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ﴾ ''اے میرے ابا جان! یقیناً میں ڈرتا ہوں کہ آپ کو رحمٰن کا کوئی عذاب پکڑ لے'' یعنی آپ کے کفر کی وجہ سے مجھے ڈر لگتا ہے اور آپ کی سرکشی کی وجہ سے مجھے خوف آتا ہے۔

(2) یہاں خوف سے مراد علم ہے جیسے خشیت علم کے معنوں میں استعمال ہوتی ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا﴾ ''چنانچہ ہمیں اندیشہ ہوا کہ وہ ان دونوں کو سرکشی اور کفر میں پھنسا دے گا۔'' (الکھف:80)

(3) ﴿فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا﴾ پھر آپ شیطان کے ساتھی ہو جائیں'' یعنی دنیا اور آخرت میں شیطان کی دوستی کی وجہ سے آپ شرک اور بتوں کی عبادت کریں اور مذموم مقام پر پہنچ جائیں۔ یوں سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کو آسان راستہ بتایا کہ آپ میری اطاعت کریں تو میں سیدھے راستہ کی طرف راہ نمائی کروں گا اور شیطان کی عبادت نہ کریں اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا ہو جائیں گے اور شیطان آپ کا دوست بن جائے گا۔

﴿قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا﴾

باپ نے کہا: ''اے ابراہیم! کیا تم میرے معبودوں سے بے رغبتی کرنے والے ہو؟ یقیناً اگر تم باز نہ آئے تو میں ضرور تمہیں سنگسار کر دوں گا اور تم مجھے چھوڑ دو کہ تم صحیح سالم حال میں ہو'' (46)

سوال: ﴿قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا﴾ باپ نے کہا: ''اے ابراہیم! کیا تم میرے معبودوں سے بے رغبتی کرنے والے ہو؟ یقیناً اگر تم باز نہ آئے تو میں ضرور تمہیں سنگسار کر دوں گا اور تم مجھے چھوڑ دو کہ تم صحیح سالم حال میں ہو'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ ''باپ نے کہا'' سیدنا ابراہیم کی دعوت کو رد کرتے ہوئے ان کے والد نے جواب دیا۔

(2) ﴿اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ﴾ ''اے ابراہیم! کیا تم میرے معبودوں سے بے رغبتی کرنے والے ہو؟'' اے ابراہیم! کیا تم بتوں کی عبادت سے بے زار ہو؟ وہ ابراہیم کو بتوں کی عبادت نہ کرنے پر ملامت کرنے لگا۔

(3) ﴿لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ﴾ ''اگر تم باز نہ آئے'' اگر تم میرے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے اور مجھے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلانے سے باز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہ آئے۔

(4)﴿لَاَرۡجُمَنَّكَ﴾ ''تو میں ضرور تمہیں سنگسار کر دوں گا'' کہ میں تمہیں بدترین سزا دوں گا یعنی پتھر مار مار کر ہلاک کر دوں گا۔

(5)﴿وَاهۡجُرۡنِیۡ مَلِیًّا﴾ ''اور تم مجھے چھوڑ دو کہ تم صحیح سالم حال میں ہو'' یعنی بہتر یہ ہے کہ گھر سے نکل جاؤ، مجھ سے لمبے عرصے بات نہ کرو۔

(6) اسلام انسان کو مہذب بنا دیتا ہے۔ اسلامی تہذیب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی نرمی، بھلائی، محبت اور ادب میں نظر آتی ہے۔ کافرانہ رویہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے والد میں جلوہ گر نظر آتا ہے۔ غصہ ہے، سختی ہے، سنگدلی ہے، شر ہے، بھلائی سے نفرت ہے، دھمکی ہے، ارادہ قتل ہے، جھگڑا ہے۔ یوں ہی کفر انسان کو برباد کر دیتا ہے۔

﴿قَالَ سَلٰمٌ عَلَیۡكَ ۚ سَاَسۡتَغۡفِرُ لَكَ رَبِّیۡ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِیۡ حَفِیًّا﴾

اُس نے کہا: ''آپ پر سلام ہو! میں ضرور ہی اپنے رب سے آپ کے لیے بخشش کی دُعا کروں گا،

یقیناً وہ مجھ پر ہمیشہ سے بہت مہربان ہے'' (47)

سوال: ﴿قَالَ سَلٰمٌ عَلَیۡكَ ۚ سَاَسۡتَغۡفِرُ لَكَ رَبِّیۡ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِیۡ حَفِیًّا﴾ اُس نے کہا: ''آپ پر سلام ہو! میں ضرور ہی اپنے رب سے آپ کے لیے بخشش کی دُعا کروں گا، یقیناً وہ مجھ پر ہمیشہ سے بہت مہربان ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قَالَ﴾ ''اُس نے کہا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کو رحمٰن کے بندوں کی طرح تحمل سے، انتہائی نرمی، محبت، بھلائی اور ادب سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

(2)﴿سَلٰمٌ عَلَیۡكَ﴾ ''آپ پر سلام ہو!'' یعنی آپ میری گفتگو میں ناگوار باتوں سے محفوظ رہیں گے۔ میں گھر سے چلا جاؤں گا، آپ سلامت رہیں۔ یہ سلام تحیہ نہیں تھا جو کہ مسلمان ایک دوسرے کو کرتے ہیں بلکہ بات کو ختم کرنا تھا۔

(3) یعنی آپ میرے خطاب میں شب وشتم اور ناگوار باتوں سے محفوظ رہیں گے۔ (تفسیر سعدی: 1579/2)

(4)﴿وَعِبَادُ الرَّحۡمٰنِ الَّذِیۡنَ یَمۡشُوۡنَ عَلَی الۡاَرۡضِ هَوۡنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الۡجٰهِلُوۡنَ قَالُوۡا سَلٰمًا﴾ ''اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرمی اور عاجزی سے چلتے ہیں اور جب جاہل اُن سے بات کریں تو کہہ دیتے ہیں سلام ہو۔'' (الفرقان: 63)

(5)﴿سَاَسۡتَغۡفِرُ لَكَ رَبِّیۡ﴾ ''میں ضرور ہی اپنے رب سے آپ کے لیے بخشش کی دُعا کروں گا'' میں اپنے رب سے آپ کے لیے مغفرت اور ہدایت کی دعا کرتا رہوں گا۔

(6) یہ دُعا سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اس دور میں کی تھی جب کہ دُعائے مغفرت کی ممانعت کا حکم نہیں آیا تھا جب انہیں یہ علم ہوا تو اُنہوں نے دُعا مانگنی چھوڑ دی۔ ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ یَّسۡتَغۡفِرُوۡا لِلۡمُشۡرِكِیۡنَ وَلَوۡ كَانُوۡۤا اُولِیۡ قُرۡبٰی مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمۡ اَنَّهُمۡ اَصۡحٰبُ الۡجَحِیۡمِ (۱۱۳) وَمَا كَانَ اسۡتِغۡفَارُ اِبۡرٰهِیۡمَ لِاَبِیۡهِ اِلَّا عَنۡ مَّوۡعِدَةٍ وَّعَدَهَاۤ اِیَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنۡهُ ؕ اِنَّ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ (۱۱۴)﴾ ''نبی کو اور جو لوگ ایمان لائے کبھی جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے مغفرت کی دُعا کریں خواہ وہ رشتہ دار ہوں اس کے بعد کہ ان کے لیے واضح ہو چکا کہ یقیناً وہ دوزخ والے ہیں۔ اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے بخشش مانگنا صرف اس وعدے کے سبب تھا جو اُس نے اپنے باپ سے کیا تھا چنانچہ جب اُس کے لیے واضح ہو گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بے تعلق ہو گیا، بے شک ابراہیم یقیناً بڑا نرم دل، بڑا بردبار تھا۔'' (التوبہ:113,114)

(7)﴿اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا﴾ ''یقیناً وہ مجھ پر ہمیشہ سے بہت مہربان ہے'' میرا رب مجھ پر بہت مہربان ہے اس نے مجھے اخلاص کے ساتھ عبادت کی توفیق عطا فرمائی۔ وہ میری دعا رد نہیں کرے گا۔ کیونکہ وہ میرے حال پر بہت رحیم اور مہربان ہے اور مجھے اپنے سایہ اعتناء میں رکھتا ہے۔ پس سیدنا ابراہیم علیہ السلام اس امید پر کہ اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت دے دے گا، اپنے باپ کے لئے استغفار کرتے رہے، پھر جب آپ پر واضح ہو گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے اور اس کے لئے استغفار کرنا اسے کوئی فائدہ نہیں دے گا تو اس لئے مغفرت کی دعا کرنا چھوڑ دی اور اس سے برأت کا اظہار کر دیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں ملت ابراہیم کی اتباع کا حکم دیا ہے اور ان کی ملت کی پیروی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے میں ہم آپ کی راہ پر گامزن ہوں اور علم وحکمت اور نرم رویہ اپنائیں۔ دعوت الی اللہ میں تدریج اور ترتیب کا طریقہ اختیار کریں، اس پر صبر کریں اور اس سے ہرگز نہ اکتائیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے کو، لوگوں کی طرف سے، جن قولی اور فعلی اذیتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان پر صبر کرے اور عفو ودرگزر، قولی اور فعلی حسن سلوک کے ساتھ ان اذیتوں کا مقابلہ کرے۔ (سعدی:1579/2)

﴿وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ ۖ عَسٰٓى اَلَّآ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّيْ شَقِيًّا﴾

''اور میں تم سے بھی کنارہ کشی کرتا ہوں اور ان سے بھی جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا تم پکارتے ہو۔ اور میں اپنے رب کو پکارتا ہوں، اُمید ہے کہ میں اپنے رب کو پکارنے میں نامراد نہیں ہوں گا'' (48)

سوال 1:﴿وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ ۖ عَسٰٓى اَلَّآ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّيْ شَقِيًّا﴾ ''اور میں تم سے بھی کنارہ کشی کرتا ہوں اور ان سے بھی جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا تم پکارتے ہو۔ اور میں اپنے رب کو پکارتا ہوں، اُمید ہے کہ میں اپنے رب کو پکارنے میں نامراد نہیں ہوں گا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنے والد کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے کہا۔ ﴿وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ''اور میں تم سے بھی کنارہ کشی کرتا ہوں اور ان سے بھی جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا تم پکارتے ہو'' یعنی میں آپ سے اور آپ کے دیوی دیوتاؤں سے اظہار بے زاری کرتا ہوں۔

(2)﴿وَاَدْعُوْا رَبِّيْ﴾ ''اور میں اپنے رب کو پکارتا ہوں'' یعنی میں اپنے رب سے اخلاص سے دعا کروں گا۔ یہ دعائے سوال اور دعائے عبادت دونوں کو شامل ہے۔ (سعدی:1579/2)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(3)﴿عَسٰٓى اَلَّآ اَكُوۡنَ بِدُعَآءِ رَبِّيۡ شَقِيًّا﴾ ''اُمید ہے کہ میں اپنے رب کو پکارنے میں نامراد نہیں ہوں گا'' عسیٰ یقین کے لیے ہے۔سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اپنے رب کے وعدے پر کامل یقین تھا، ان کا دل مکمل طور پر مطمئن تھا۔

(4) یعنی مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ میری دعا اور اعمال کو قبول فرما کر مجھے سعادت سے نواز دے گا۔ یہ اس داعی حق کا وظیفہ ہے جو ایسے لوگوں سے مایوس ہو گیا تھا جن کو اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی مگر وہ اپنی خواہشات نفس کی پیروی کرتے رہے اور وعظ و نصیحت نے ان کو کوئی فائدہ نہیں دیا اور وہ اپنی سرکشی میں اصرار کے ساتھ سرگرداں رہے۔ جو کوئی اس قسم کی صورت حال میں مبتلا ہو جائے تو اس پر فرض ہے کہ وہ اپنے نفس کی اصلاح میں مشغول رہے اور اپنے رب سے امید رکھے کہ وہ اس کی کوشش کو قبول فرمائے گا اور وہ شر اور اہل شر سے دور رہے۔(سعدی:1579/2)

(5) سیدنا ابراہیم علیہ السلام لوگوں سے مایوس ہو گئے تھے۔ مگر رب پر کامل بھروسہ تھا۔

سوال2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی زندگی میں ہمارے لیے کیا سبق ہے؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی زندگی میں ہمارے لیے سبق ہے کہ جب دعوت دین کے نتیجے میں گھر والے اور باہر والے سب مخالف ہو جائیں اور داعی لوگوں سے مایوس ہو جائے تو اپنی اصلاح میں مصروف ہو جائے، اپنے رب پر یقین رکھے کہ وہ اسکی کوشش کو ضرور قبول فرمائے گا۔

سوال3: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جب اہل خاندان سے الگ ہو جانے کا اظہار کیا عین اُس موقعے پر رب سے جو تعلق نظر آتا ہے اُس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنے رب سے باپ کی بخشش کی درخواست کرتے ہیں یعنی انہیں باپ کی نہیں رب کی ناراضگی کی فکر ہے۔

(2) سیدنا ابراہیم علیہ السلام باپ کے ارادہ قتل پر دل برداشتہ نہیں ہوئے بلکہ رب کی اپنی ذات پر مہربانیوں کا اظہار کیا کہ وہ مجھ پر بڑا مہربان ہے۔

(3) اپنی قوم کو، اپنے گھر والوں کو چھوڑتے ہوئے یہ واضح کیا کہ تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کو پوجتے ہو۔ عین اس موقع پر بھی اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں دوسروں کو لانے پر ناگواری کا اظہار کیا۔

(4) اپنے رب سے دُعائیں کرنے کا اظہار کیا یعنی ایک ایسے تعلق کو جو ٹوٹنے والا نہیں جسے مصیبت میں پکارا جائے تو وہ جواب دیتا ہے جو قریب ہے، مجیب ہے۔ باپ کے مقابلے میں رب کے رشتے کو اختیار کرنے کی وجہ بتا دی کہ وہ مہربان ہے لیکن تم کتنے نامہربان ہو۔

(5) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے یہ واضح کیا کہ اللہ تعالیٰ کو پکار کر میں کبھی بھی بدبخت نہیں رہوں گا یعنی رشتوں سے علاقے سے کٹتے ہوئے بدبختی کو جو احساس گھیر لیتا ہے اور دوسروں کے ذہن میں بھی اُٹھتا ہے کہ جانے والا محروم ہو گیا سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اس موقع پر اپنے رب کے اصل تعلق کو واضح کیا کہ اُسے پکارو تو کوئی بدبخت نہیں رہتا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اُمید لگائی ہے اور اپنی رشتے داری اللہ تعالیٰ سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قائم کی ہے۔اُس طرزِعمل سے یہ پتہ چلتا ہے کہ انسان لوگوں کو اپنے نفس کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف کیسے رجوع کر سکتا ہے۔

سوال 4: داعی مایوس کیوں نہیں ہوتا؟

جواب: دعوت کا عمل ایک ربانی عمل ہے جب بھی شروع ہوتا ہے اس کی نفسیات مختلف ہوتی ہے اگر دعوت کے عمل میں لوگ حقیر جانیں، ظلم کریں تب بھی دل میں ایک نرم گوشہ موجود رہتا ہے اگر اپنے ماحول میں بظاہر دعوت دینے والا بے سہارا بن جائے تب بھی رب کے سہارے کو پکڑ لیتا ہے اُسے یقین ہوتا ہے کہ بدبختی اُسے نہیں گھیرے گی اسی وجہ سے وہ مایوس نہیں ہوتا۔

سوال 5: دعوت کے میدان میں مقامِ عمل کو تبدیل کیوں کرنا پڑتا ہے؟

جواب: دعوت کے میدان میں وہ موڑ بھی آتا ہے جب لوگ دعوت کے جواب میں ظلم پر اُتر آتے ہیں اُس وقت داعی کو مقام عمل تبدیل کرنا پڑتا ہے اسی کا نام ہجرت ہے بعض اوقات یہ تبدیلی قریب کے حلقے میں ہوتی ہے اور بعض اوقات دور کے حلقے میں۔

﴿فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا﴾

''تو جب وہ اُن سے جدا ہو گیا اور جن کی وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے تو ہم نے اُسے اسحاق اور یعقوب عطا فرمائے اور ہر ایک کو ہم نے نبی بنایا'' (49)

سوال: ﴿فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا﴾ ''تو جب وہ اُن سے جدا ہو گیا اور جن کی وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے تو ہم نے اُسے اسحاق اور یعقوب عطا فرمائے اور ہر ایک کو ہم نے نبی بنایا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ﴾ ''تو جب وہ اُن سے جدا ہو گیا اور جن کی وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے تو ہم نے اُسے اسحاق اور یعقوب عطا فرمائے'' یعنی جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے والد اور گھر والوں سے جدا ہو کر شام جا لیے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بہترین لوگ عطا کیے۔

(2) انسان کے لیے اپنی قوم اور گھر والوں سے جدا ہونا سب سے مشکل کام ہے۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی خاطر کوئی چیز چھوڑتا ہے اللہ تعالیٰ اسکے عوض بہتر چیز عطا فرماتا ہے۔

(3) ﴿وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ﴾ ''تو ہم نے اُسے اسحاق اور یعقوب عطا فرمائے اللہ نے انہیں سیدنا اسحٰق علیہ السلام اور سیدنا یعقوب علیہ السلام عطا کیے۔ جیسا کہ ایک اور جگہ فرمایا: ﴿وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ ؕ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ﴾ ''اور ہم نے اُسے اسحٰق عطا کیا اور یعقوب بھی زائد انعام کی صورت میں! اور ہر ایک کو ہم نے نیک بنایا۔'' (انبیا:72)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(4) اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کے ساتھ پوتے کی بشارت دی۔

(5) سیدنا اسحق علیہ السلام، سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے تھے جو سیدہ سارہ علیہا السلام سے تھے۔

(6) ﴿وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا﴾ ''اور ہر ایک کو ہم نے نبی بنایا'' یعنی سیدنا ابراہیم علیہ السلام، سیدنا اسحق علیہ السلام اور سیدنا یعقوب علیہ السلام سب کو نبی بنایا۔

﴿وَوَهَبْنَا لَهُم مِّن رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا﴾

''اور ہم نے انہیں اپنی رحمت سے نوازا اور ہم نے اُن کے لیے سچی ناموری کو بہت بلند کر دیا'' (50)

سوال: ﴿وَوَهَبْنَا لَهُم مِّن رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا﴾ اور ہم نے انہیں اپنی رحمت سے نوازا اور ہم نے اُن کے لیے سچی ناموری کو بہت بلند کر دیا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَوَهَبْنَا لَهُم مِّن رَّحْمَتِنَا﴾ ''اور ہم نے انہیں اپنی رحمت سے نوازا'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے اور پوتے کو نوازا۔ ﴿مِّن رَّحْمَتِنَا﴾ ''اپنی رحمت سے'' یعنی انہیں مال اور اولاد دی، نبوت اور نفع مند علم دیے، اعمال صالح کی توفیق دی ان کی اولاد ساری دنیا میں پھیل گئی۔ ان میں کثیر انبیاء آئے۔

(2) ﴿وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا﴾ ''اور ہم نے اُن کے لیے سچی ناموری کو بہت بلند کر دیا'' یعنی خلیل اللہ کا خوب صورت تذکرہ لوگوں کی زبانوں پر رہتا ہے۔ (i) لسان صدق سے مراد اچھا تذکرہ، ذکر جمیل ہے۔

(ii) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو سچی ناموری عطا کی تھی لوگوں کی زبانوں پر ان کا ذکر جمیل رہتا ہے وہ ان کا احترام اور اطاعت کرتے ہیں یہ نبوت کے بعد بڑا انعام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سچی ناموری ہجرت کے عوض عطا کی تھی۔

(3) ﴿وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا﴾ ''اور ہم نے اُن کے لیے سچی ناموری کو بہت بلند کر دیا'' یہ بھی ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے جس سے ان کو بہرہ ور کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نیک کام کرنے والے ہر شخص سے وعدہ کیا ہے کہ وہ اس کی نیکی کے مطابق اسے سچی شہرت عطا کرے گا۔ ان کا شمار تو ائمہ محسنین میں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں سچی، جس میں جھوٹ کا شائبہ نہیں، ظاہر و باطن میں غیر مخفی ثنائے حسن عطا کی۔ ان کے ذکر خیر، ان کی ثنائے حسن اور ان کے ساتھ محبت نے مشرق و مغرب کو لبریز کر دیا ہے۔ خلائق کے دلوں میں ان کی محبت سما گئی، لوگوں کی زبان پر ان کا ذکر اور ان کی مدح و ثنا جاری ہوگئی۔ وہ پیروی کرنے والوں کے قائد اور راہنمائی حاصل کرنے والوں کے راہ نما بن گئے۔ ہر زمانے میں ان کا ذکر خیر نئے نئے اسالیب میں لوگوں کی زبانوں پر جاری رہا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور وہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے نوازتا ہے اور اللہ تعالیٰ فضل عظیم کا مالک ہے۔ (سعدی: 1580/2)

اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں اور سلامتیاں ہوں ان پر۔ وسلم علی المرسلین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رکوع نمبر 4

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰۤى ۡ اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا﴾

''اور اس کتاب میں موسیٰ کا ذکر کرو، یقیناً وہ ایک خالص کیا ہوا شخص تھا اور رسول، نبی تھا'' (51)

سوال: ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰۤى ۡ اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا﴾ ''اور اس کتاب میں موسیٰ کا ذکر کرو، یقیناً وہ ایک خالص کیا ہوا شخص تھا اور رسول، نبی تھا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاذْكُرْ﴾ ''ذکر کرو'' اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے تذکرے کے بعد نبی محمد ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے سنہرے سلسلے کا ذکر کریں۔ (2) ﴿فِي الْكِتٰبِ﴾ ''اس کتاب میں'' قرآن عظیم میں۔

(3) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے مقام و مرتبے اور اخلاق عظیم کا تذکرہ کریں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے جو بنی اسرائیل میں مبعوث کئے گئے۔ (4) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ تھے ان کا مقام بلند ہے ان کے اخلاق عظیم ہیں۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿قَالَ يٰمُوْسٰۤى اِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِيْ وَبِكَلَامِيْ ۡ فَخُذْ مَاۤ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے موسیٰ! یقیناً اپنے پیغامات اور کلام کے ساتھ میں نے تجھے تمام لوگوں میں سے منتخب کیا ہے، سو لے لو جو میں نے تمہیں دیا ہے اور شکر کرنے والوں میں سے ہو جاؤ۔'' (الاعراف:144)

(6) سیدنا موسیٰ علیہ السلام پانچ اولو العزم پیغمبروں میں سے تھے۔

(7) ﴿اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا﴾ ''یقیناً وہ ایک خالص کیا ہوا شخص تھا'' مخلص لام کی زبر کے ساتھ ہو تو اس کا مطلب ہے کہ چنا ہوا اس اعتبار سے یہ مصطفیٰ، مجتبیٰ اور مختار کے ہم معنی ہے۔ تو اس کا مطلب ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے لئے عمل کریں اور یہ پسند نہ کریں کہ لوگ ان کی تعریف کریں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پسند کیا، انہیں چن لیا، انہیں تمام جہانوں پر فضیلت دی۔ مخلص لام کی زیر کے ساتھ ہو تو اس کا مطلب ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے لیے مخلص تھے، اپنے ارادوں میں، ہستیوں میں، اپنے قول و قرار میں، اپنے اعمال میں یعنی اخلاص ان کا وصف تھا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی ذات میں دونوں ہی صفات پائی جاتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اخلاص کی وجہ سے ان کو چنا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ مومن کا کمال درجے کا وصف ہے۔

(8) ﴿وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا﴾ ''اور رسول، نبی تھا'' (i) رسول کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں کو سنانے والا اور نبی کے معنی وحی الٰہی کی خبر دینے والا دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے (ii) اللہ تعالیٰ جس بندے کو لوگوں کی ہدایت اور راہ نمائی کے لیے چن لیتا ہے اُسے اپنی وحی سے نوازتا ہے اُسے رسول اور نبی کہتے ہیں۔

(9) یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کی ذات میں رسالت اور نبوت کو یکجا کر دیا۔ پس رسالت، بھیجنے والے کے کلام کی تبلیغ کا تقاضا کرتی ہے، نیز یہ بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تقاضا کرتی ہے کہ شریعت کی جو بھی چھوٹی یا بڑی چیز آئی ہے اسے بندوں تک پہنچایا جائے۔ اور نبوت اس بات کی مقتضی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر وحی آتی ہو اور اللہ تعالیٰ نے وحی کی تنزیل کے لئے اسے مختص کر لیا ہو۔ پس نبوت کا تعلق بندے اور اس کے رب کے درمیان ہے اور رسالت کا تعلق بندے اور مخلوق کے درمیان ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی جلیل ترین اور سب سے افضل نوع کے ساتھ خاص فرمایا اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کا ان سے کلام کرنا اور انہیں اپنی سرگوشی کے لئے اپنے قریب کرنا۔ انبیاء میں سے اس فضیلت کے ساتھ صرف موسیٰ علیہ السلام کو خاص کیا گیا کہ وہ رحمان کے کلیم ہیں۔ (سعدی: 1581/2)

﴿وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا﴾

"اور ہم نے پہاڑ کی دائیں جانب سے اُسے پکارا اور ہم نے سرگوشی کرتے ہوئے اُسے قریب کیا" (52)

سوال: ﴿وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا﴾ "اور ہم نے پہاڑ کی دائیں جانب سے اُسے پکارا اور ہم نے سرگوشی کرتے ہوئے اُسے قریب کیا" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ﴾ "اور ہم نے پہاڑ کی دائیں جانب سے اُسے پکارا" ایمن سے مراد بابرکت ہے۔ یعنی جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام سفر کر رہے تھے اور پہاڑ پر تشریف لے گئے تو پہاڑ کی دائیں جانب سے آگ والے درخت سے انہیں آواز آئی۔

(2) ﴿وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا﴾ "اور ہم نے سرگوشی کرتے ہوئے اُسے قریب کیا" ندا اور مناجات میں فرق یہ ہے، کہ ندا بلند آواز میں ہوتی اور مناجات اس سے کم تر دھیمی آواز میں ہوتی ہے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے کلام اور اس کی تمام انواع مثلاً ندا اور مناجات وغیرہ کا اثبات ہوتا ہے جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے۔ اس کے برعکس جہمیہ، معتزلہ اور ان کے ہم مسلک گروہ اللہ تعالیٰ کے کلام کا انکار کرتے ہیں۔ (سعدی: 1581/2) (3) اللہ نے آپ کو بلایا، قریب بلایا اور رازداری سے بات کی۔

﴿وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا﴾

"اور ہم نے اسے اپنی رحمت سے اُس کا بھائی ہارون نبی بنا کر اُسے عطا کیا" (53)

سوال: ﴿وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا﴾ "اور ہم نے اسے اپنی رحمت سے اُس کا بھائی ہارون نبی بنا کر اُسے عطا کیا" اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا﴾ "اور ہم نے اسے اپنی رحمت سے اُس کا بھائی ہارون نبی بنا کر اُسے عطا کیا" سیدنا ہارون علیہ السلام سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بھائی تھے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اپنے بھائی کے لئے خیر خواہ تھے۔ ان کے حسن سلوک اور خیر خواہی کی دلیل ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ سیدنا ہارون علیہ السلام کو ان کے ساتھ ذمہ داری میں شریک کر کے رسول بنا دیں۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَاجْعَلْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ﴾ ''اور میرے لیے میرے خاندان سے ایک معاون مقرر کردے۔'' (طٰہٰ:29)

(2) ﴿وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْٓ ۡ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ﴾ ''میرا بھائی ہارون زبان میں مجھ سے زیادہ فصیح ہے، تو اُسے میرے ساتھ مددگار کے طور پر بھیج دے کہ وہ میری تائید کرے، یقیناً میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے۔'' (القصص:34)

(3) اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی، ﴿قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یقیناً جو تم نے مانگا تجھے دے دیا گیا اے موسیٰ!'' (طٰہٰ:36) اور اپنی رحمت سے ان کے بھائی سیدنا ہارون علیہ السلام کو رسول بنا دیا۔

(4) سیدنا ہارون علیہ السلام کی نبوت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے تابع ہے۔ وہ نبوت کے معاملات میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی مدد کرتے تھے۔

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا﴾

''اور آپ کتاب میں اسماعیل کا ذکر کرو، یقیناً وہ وعدے کا سچا تھا اور رسول نبی تھا'' (54)

سوال 1: ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا﴾ ''اور آپ کتاب میں اسماعیل کا ذکر کرو، یقیناً وہ وعدے کا سچا تھا اور رسول نبی تھا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاذْكُرْ﴾ ''اور ذکر کرو'' یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ذکر کریں۔ (2) ﴿فِي الْكِتٰبِ﴾ ''کتاب میں'' قرآن عظیم میں۔

(3) سیدنا اسماعیل بن ابراہیم کا جو سیدہ ہاجرہ علیہا السلام کے بطن سے پیدا ہوئے۔ جن سے عرب قبیلے کی نسل چلی۔ جن سے بنی آدم کے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے جو آخری نبی تھے۔

(4) ﴿اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ﴾ ''یقیناً وہ وعدے کا سچا تھا'' وعدے کا سچا وہ ہوتا ہے جو کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا یعنی وہ جو وعدہ کرتے تو پورا کرتے۔ وہ اپنے قول کے سچے تھے انہوں نے اپنے رب کے ساتھ جو وعدہ کیا اسے پورا کر کے دکھلایا اس میں وہ وعدے بھی شامل ہیں جو انہوں نے بندوں سے کیے۔ جب ان کے والد سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے انہیں ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے کہا ﴿سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ ''ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔'' (الصّٰفّٰت:102) انہوں نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور اپنے والد کو پورا اختیار دیا کہ وہ انہیں ذبح کر دیں۔

(5) ﴿وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا﴾ ''اور رسول نبی تھا'' پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں رسول اور نبی بنایا اور انہیں مخلوقات کے سب سے بلند طبقے میں سے کر دیا۔ اس سے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی سیدنا اسحٰق علیہ السلام پر فوقیت ثابت ہوئی کیونکہ وہ صرف نبی تھے دوسرے جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں میں سے آدم کو اور نوح کو اور ابراہیم کے خاندان کو اور عمران کے خاندان کو منتخب فرمایا ہے۔'' (آل عمران:33) اس سے بھی ان کی فضیلت نکلتی ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال 2: ایفائے عہد کی اہمیت اور فضیلت بیان کریں؟

جواب: (1) وعدہ پورا کرنا اخلاق حمیدہ میں سے ہے اور وعدہ خلافی اخلاق سیئہ میں سے ہے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لِمَ تَقُوۡلُوۡنَ مَا لَا تَفۡعَلُوۡنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں ہو؟'' (الصف:2)

(3) نبی ﷺ نے فرمایا کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں: (i) جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ (ii) جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے۔ (iii) اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔ (بخاری:33)

(4) ایک دوسری روایت میں نشانی ہے: جب جھگڑا کرے تو گالی گلوچ کرے۔ (بخاری:34)

(5) منافقوں کی صفات ایمان والوں سے متضاد ہیں۔ اس لیے اللہ رب العزت نے اپنے نبی کی تعریف کی ہے کہ وہ وعدے کے سچے ہیں۔

﴿وَكَانَ يَاۡمُرُ اَهۡلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ۖ وَكَانَ عِنۡدَ رَبِّهٖ مَرۡضِيًّا﴾

''اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا تھا اور اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ تھا'' (55)

سوال 1: ﴿وَكَانَ يَاۡمُرُ اَهۡلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ۖ وَكَانَ عِنۡدَ رَبِّهٖ مَرۡضِيًّا﴾ ''اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا تھا اور اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ تھا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَكَانَ يَاۡمُرُ اَهۡلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ﴾ ''اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا تھا'' یعنی وہ اپنے گھر والوں اور قبیلے والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے۔

(2) یعنی وہ اپنے گھر والوں پر نماز اور زکوٰۃ کا حکم نافذ فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا۔ ﴿وَاۡمُرۡ اَهۡلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصۡطَبِرۡ عَلَيۡهَا ۚ لَا نَسۡـَٔلُكَ رِزۡقًا ۚ نَحۡنُ نَرۡزُقُكَ ۚ وَالۡعَاقِبَةُ لِلتَّقۡوٰى﴾ ''اور آپ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیں اور خود بھی اس پر خوب پابند رہیں، ہم آپ سے کوئی رزق نہیں مانگتے، رزق تو ہم ہی آپ کو دیں گے۔ اور آخری انجام تو تقویٰ (والوں) کے لیے ہے۔'' (طٰہٰ:132)

(3) نماز معبود کے لیے اخلاص ہے اور زکوٰۃ بندوں کے ساتھ احسان کرنے کے لیے مال میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ حصہ ہے۔

(4) سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے خود کو بھی کمال تک پہنچایا اور دوسروں کے کامل بننے کے لیے ان کی مدد کی۔ خاص طور پر وہ جوان کے قریب تھے۔ جو دوسروں کے مقابلے میں زیادہ حق دار تھے۔ رب العزت نے نبی علیہ السلام کو حکم دیا۔ ﴿وَاَنۡذِرۡ عَشِيۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِيۡنَ﴾ ''اور آپ اپنے قریبی رشتے داروں کو ڈرائیں۔'' (الشعراء:214)

(5) ﴿وَكَانَ عِنۡدَ رَبِّهٖ مَرۡضِيًّا﴾ ''اور اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ تھا'' اس کا سبب یہ تھا انہوں نے یہ وعدہ پورا کر دکھایا اور اپنے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

والد کو پورا اختیار دیا کہ وہ ان کو ذبح کریں، جو کہ سب سے بڑی مصیبت ہے جو انسان کو پہنچ سکتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو رسالت اور نبوت سے متصف کیا جو اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے پر سب سے بڑا احسان ہے۔اور انہیں مخلوق کے بلند ترین طبقے میں سے کیا۔(سعدی:1582/2)

(6) اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ بننے والوں کے لیے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی زندگی میں یہ سبق ہے کہ وہ وعدوں کے سچے اور گھر والوں کے حق میں مخلص بنیں۔انہیں رب شناس بنانے کے لیے صلوٰۃ وزکوٰۃ کا حکم دیں۔

سوال 2: کیا گھر والوں کی تربیت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کی گئی ہے؟

جواب: (1) رب العزت نے گھر والوں کو آگ سے نجات کا حکم دیا: ﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جس پر تند مزاج سخت گیر فرشتے مقرر ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے، اور اُنہیں جو حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں۔'' (التحریم :6)

(2) نبی ﷺ نے فرمایا: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب آدمی رات کو جاگے اور اپنی عورت کو جگادے پھر دونوں دو رکعت پڑھیں تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیوں میں سے لکھے جائیں گے۔'' (ابن ماجہ:1335)

(3) نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کہ لڑکا جب سات برس کا ہو جائے تو اس کو نماز پڑھنے کی ہدایت کرو جب دس سال کی عمر کا ہو جائے تو نماز کے لئے مارو۔'' (ابوداؤد:494)

(4) قیامت کے روز اللہ تعالیٰ مزید اس بارے میں باز پرس کریں گے کیونکہ اخلاقی تربیت دینی فریضہ ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جس بندے کو کچھ لوگوں کا نگران بناتا ہے چاہے وہ تھوڑے ہوں یا زیادہ وہ ضرور قیامت کے روز اس سے باز پرس کرے گا کہ اس نے اپنے ماتحتوں کو دین پر چلایا یا انہیں ضائع کر دیا یہاں تک کہ خاص طور پر گھر والوں کے بارے میں محاسبہ کرے گا۔''

(5) نیکی کا شوق دلانا اور بری باتوں سے روکنا مومن کا فرض ہے۔کسی کو اس کے حال پہ چھوڑنا جائز نہیں کہ وہ آگ کا نوالہ بن جائے۔

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا﴾

''اور آپ اس کتاب میں ادریس کا ذکر کرو، یقیناً وہ سچا نبی تھا'' (56)

سوال: ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا﴾ ''اور آپ اس کتاب میں ادریس کا ذکر کرو، یقیناً وہ سچا نبی تھا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاذْكُرْ﴾ ''اور ذکر کرو'' اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ کو حکم دیا ہے کہ اس سنہرے سلسلے میں ذکر کرو۔

(2) ﴿فِي الْكِتٰبِ﴾ ''اس کتاب میں'' یعنی قرآن عظیم میں۔ (3) ﴿اِدْرِيْسَ﴾ ''ادریس کا'' سیدنا ادریس علیہ السلام جو سیدنا نوح علیہ السلام کے جد امجد

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

تھے۔(4)سیدنا ادریس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے یہ سیدنا آدم علیہ السلام کے بعد پہلے نبی تھے۔جنہوں نے سب سے پہلے کپڑے سیے۔

(5)یعنی اس کتاب کریم میں تعظیم وجلال اور صفات کمال سے متصف ہونے کے اعتبار سے سیدنا ادریس علیہ السلام کا ذکر کرو!(سعدی:1583/2)

(6)شب معراج میں نبی ﷺ نے سیدنا ادریس علیہ السلام کو چوتھے آسمان پر دیکھا۔آپ درزی تھے،جب سوئی میں ڈورڈالتے تو سبحان اللہ فرماتے اور جب شام ہوتی تو روئے زمین پر ان سے زیادہ عمل کرنے والا کوئی نہ ہوتا۔(مختصر ابن کثیر: 1138/2)

(7)﴿اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيۡقًا نَّبِيًّا﴾ ''یقیناً وہ سچا نبی تھا'' یعنی وہ کثرت سے سچ بولنے والے اور اللہ تعالیٰ کی آیات کی تصدیق کرنے والے تھے۔(تفسیر منیر:465/8)

(8)اللہ تعالیٰ نے ان کو بیک وقت صدیقیت جو تصدیق تام،علم کامل،یقین ثابت اور عمل صالح کی جامع ہے اور اپنی وحی اور رسالت کے لئے چن لیا۔(سعدی:1583/2)

(9)رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:''سچ انسان کو نیکی کا راستہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور انسان سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سچا لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ انسان کو برائی کا راستہ دکھاتا ہے اور برائی دوزخ کی طرف لے جاتی ہے۔ انسان جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے ہاں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔''(مسلم:6637)

﴿وَّرَفَعۡنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾

''اور ہم نے اُسے بہت عالی مقام تک بلند کیا''(57)

سوال:﴿وَّرَفَعۡنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾''اور ہم نے اُسے بہت عالی مقام تک بلند کیا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّرَفَعۡنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾''اور ہم نے اُسے بہت عالی مقام تک بلند کیا''اس سے مراد وہ بلندی ہے جو نبوت کے بعد انہیں عطا کی گئی۔

(2)یعنی اللہ تعالیٰ نے جہانوں میں ان کا ذکر اور مقربین کے درمیان ان کا درجہ بلند کیا۔پس وہ ذکر کے لحاظ سے بھی بلند تھے اور مقام ومرتبہ کے اعتبار سے بھی بلند۔(سعدی:1583/2)

(3)اس سے عام طور پر آسمان کی طرف اُٹھانا مراد لیا گیا ہے لیکن قرآن حکیم یا حدیث رسول سے اس کا ثبوت نہیں ملتا اور اسرائیلی روایات کافی نہیں ہیں۔

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنۡ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۙ وَمِمَّنۡ حَمَلۡنَا مَعَ نُوۡحٍ ۙ وَّمِنۡ ذُرِّيَّةِ اِبۡرٰهِيۡمَ وَاِسۡرَآءِيۡلَ ۙ وَمِمَّنۡ هَدَيۡنَا وَاجۡتَبَيۡنَا ؕ اِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِیًّا﴾

''یہی لوگ ہیں جو ان پیغمبروں میں سے تھے جن پر اللہ تعالیٰ نے آدم کی اولاد میں سے انعام فرمایا، اور ان میں سے جن کو ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا تھا، اور ابراہیم اور یعقوب کی اولاد میں سے، اور ان میں سے جنہیں ہم نے ہدایت بخشی اور ہم نے منتخب کیا۔ جب انہیں رحمان کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی تھیں تو وہ سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے گر پڑتے تھے'' (58)

سوال 1: ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ مِنْ ذُرِّیَّةِ اٰدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ وَّمِنْ ذُرِّیَّةِ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْرَآءِیْلَ وَمِمَّنْ هَدَیْنَا وَاجْتَبَیْنَا﴾ ''یہی لوگ ہیں جو ان پیغمبروں میں سے تھے جن پر اللہ تعالیٰ نے آدم کی اولاد میں سے انعام فرمایا اور ان میں سے جن کو ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا تھا، اور ابراہیم اور یعقوب کی اولاد میں سے، اور ان میں سے جنہیں ہم نے ہدایت بخشی اور ہم نے منتخب کیا'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ﴾ ''یہی لوگ ہیں جو ان پیغمبروں میں سے تھے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا'' اللہ رب العزت نے جب خاص انبیاء اور مرسلین کے فضائل کا ذکر کیا تو فرمایا کہ یہ انعام یافتہ لوگ ہیں اور نبوت و رسالت ایسا انعام ہے جسے کوئی اپنی ذاتی کوشش سے حاصل نہیں کر سکتا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے راستے پر چلا دے۔ اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے ان لوگوں کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ ﴿وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا، نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحین میں سے! اور یہی بہترین ساتھی ہیں۔'' (النساء:69)

(2) ﴿مِنْ ذُرِّیَّةِ اٰدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ﴾ ''آدم کی اولاد میں سے، اور ان میں سے جن کو ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا تھا۔'' یعنی ان میں سے کچھ تو آدم کی اولاد ہیں اور کچھ ان لوگوں کی اولاد ہیں جنہیں نوح کے ساتھ کشتی میں سوار کیا تھا یعنی نوح کی ذریت میں سے ہیں۔

(3) ﴿وَّمِنْ ذُرِّیَّةِ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْرَآءِیْلَ﴾ ''اور ابراہیم اور یعقوب کی اولاد میں سے'' یعنی ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو دنیا کے تمام گھرانوں میں سے بہتر گھرانے سے ہیں یعنی ابراہیم جن سے اسحق علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسرائیل جن کی اولاد سے سیدنا موسیٰ، سیدنا ہارون، سیدنا داؤد، سیدنا سلیمان، سیدنا زکریا، سیدنا یحییٰ اور سیدنا عیسیٰ علیہم السلام ہیں۔

(4) ﴿وَمِمَّنْ هَدَیْنَا﴾ ''اور ان میں سے جنہیں ہم نے ہدایت بخشی'' یعنی جن کو ہم نے سیدھے راستے کی ہدایت دی۔

(5) ﴿وَاجْتَبَیْنَا﴾ ''اور ہم نے منتخب کیا'' اور انہیں ہم نے اپنی نبوت کے لیے چن لیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6) یعنی جنہیں ہم نے اسلام کی ہدایت دی اور ایمان کے لیے چن لیا۔ (فتح القدیر: 425/3)

سوال 2: ﴿اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا﴾ ''جب انہیں رحمان کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی تھیں تو وہ سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے گر پڑتے تھے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ﴾ ''جب انہیں رحمان کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی تھیں'' یعنی جب ان کے سامنے رحمٰن کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں۔

(2) ﴿خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا﴾ ''تو وہ روتے ہوئے سجدے میں گر جاتے ہیں'' وہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں جب اس کے دلائل سنتے ہیں تو عاجزی سے رب کے آگے روتے ہوئے جھک جاتے ہیں۔ (3) وہ اللہ تعالیٰ کے بڑے انعام پر شکر کے طور پر سجدے میں گر جاتے ہیں۔

(4) وہ ان لوگوں کی طرح نہیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیات سن کر اندھے، بہرے بن جاتے ہیں۔

سوال 3: آیات کی نسبت اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک رحمٰن کی طرف کی گئی، اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: آیات کی، اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک (رحمان) کی طرف اضافت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیات، اس کے بندوں پر اس کی رحمت اور احسان ہے کیونکہ اس نے آیات کے ذریعے سے ان کی حق کی طرف راہنمائی کی، ان کی کور نگاہی کو دور کر کے بصیرت سے نوازا، انہیں گمراہی سے بچایا اور جہالت کی تاریکیوں میں انہیں علم کی روشنی عطا کی۔ (سعدی: 1584،1583/2)

سوال 4: اللہ تعالیٰ کا کلام سن کر کب اور کیسے انسان سجدوں میں آہ و بکا کے قابل ہوتا ہے؟

جواب: (1) انسان اس کیفیت تک تب پہنچتا ہے جب انسان کے شعور میں ارتعاش پیدا ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کے کلام کو سن کر انسان کو جب اظہار کے لیے موزوں کلمات نہیں ملتے تو ان احساسات کا اظہار آنسوؤں سے ہوتا ہے۔ سجدے میں گر کر، رو کر اندرونی جذبات کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال کا اعتراف ہے۔ جو اس درجے پر پہنچا اُس نے ایمان کی مٹھاس چکھ لی۔ یہ درجہ نبیوں اور رسولوں کے لیے خاص ہے۔

(2) انعامات کی وجہ سے ان کی مشترکہ خصوصیت تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کے احساس میں اتنے ڈوبے ہوئے تھے کہ اس کا کلام سن کر ان کا سینہ دہل جاتا تھا اور اُن پر رقت اور بکاء کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی حتیٰ کہ روتے ہوئے سجدے میں گر جاتے تھے۔

(3) جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیتے ہیں، ان کے دل اللہ تعالیٰ کی آیات میں غیب کی خبروں اور رب العزت کی صفات، آخرت کی خبروں اور اللہ کے وعدوں اور وعیدوں کی وجہ سے ایمان اور رغبت و محبت سے لبریز ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے انسان کی آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اور دل اور جسم سجدے میں گر جاتے ہیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوۡفَ یَلۡقَوۡنَ غَیًّا﴾

''پھر اُن کے بعد ایسے جانشین اُن کی جگہ آئے جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشاتِ نفس کے پیچھے لگ گئے، تو جلد ہی وہ گمراہی کو ملیں گے'' (59)

سوال 1: ﴿فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوۡفَ یَلۡقَوۡنَ غَیًّا﴾ ''پھر اُن کے بعد ایسے جانشین اُن کی جگہ آئے جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشاتِ نفس کے پیچھے لگ گئے، تو جلد ہی وہ گمراہی کو ملیں گے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ﴾ ''پھر اُن کے بعد ایسے جانشین اُن کی جگہ آئے'' رب العزت نے انبیاء اور صالحین کا ذکر فرمایا جو کہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم کرنے والے، اس کے احکامات پر عمل کرنے والے اور اس کے نواہی سے اجتناب کرنے والے، اپنے رب کی رضا کے مطابق زندگی گزارنے والے، اسی کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔ تو ان کے بعد آنے والی ناخلف اولاد کا ذکر کیا ہے جو اپنے آباؤ اجداد کے بالکل متضاد ہیں۔ نیک لوگوں کے گھر میں کیسے ناخلف لوگ پیدا ہوئے۔

(2) ﴿اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ﴾ ''جنہوں نے نماز کو ضائع کیا'' (i) یعنی وہ انبیاء کی اولاد ہونے کے باوجود نماز کو ضائع کرنے لگے۔ انہوں نے دین کا ستون، اس کی روح اور بہترین عمل کو ہی کھو دیا۔ (ii) یعنی انہوں نے نماز کی حفاظت نہیں کی جس کی حفاظت اور قائم کرنے کا انہیں حکم دیا گیا تھا۔ انہوں نے دین کے ستون، ایمان کی میزان اور رب العالمین کے لیے اخلاص کو کھو دیا تو جن لوگوں نے نماز کو ضائع کر دیا ان سے باقی دین کو قائم کرنے کی کیا توقع کی جا سکتی ہے۔ (iii) ﴿فَوَیۡلٌ لِّلۡمُصَلِّیۡنَ (٤) الَّذِیۡنَ هُمۡ عَنۡ صَلَاتِهِمۡ سَاهُوۡنَ (٥) الَّذِیۡنَ هُمۡ یُرَآءُوۡنَ (٦)﴾ ''پس بڑی ہلاکت ہے ان نمازیوں کے لیے۔ جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔ جو ریاکاری کرتے ہیں۔'' (الماعون: 4،6)

(iv) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن نماز کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''جس شخص نے نماز کی حفاظت کی اس شخص کے لئے نماز قیامت کے روز نور، برہان اور نجات ہوگی جس نے نماز کی حفاظت نہ کی اس کے لئے روز قیامت نہ نور ہوگا نہ برہان اور نہ نجات نیز قیامت کے روز اس کا انجام قارون، ہامان اور اُبی ابن خلف کے ساتھ ہوگا'' (ابن حبان: 1467/4) سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ خواب کی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو شخص قرآن یاد کر کے بھلا دیتا ہے اور فرض نماز پڑھے بغیر سو جاتا ہے اس کا سر پتھر سے کچلا جا رہا تھا۔'' (بخاری: 7047)

(3) ﴿وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ﴾ ''اور خواہشاتِ نفس کے پیچھے لگ گئے'' نماز کو چھوڑ دینے کا سبب بیان فرمایا ہے کہ وہ شہوات نفس کے پیچھے لگ گئے، ان کے ارادوں کا رخ، ان کی ہمتوں کی جہت بدل گئی۔ نہ انہوں نے شہوات کو اللہ تعالیٰ کے حقوق سے زیادہ اہمیت دی تو اللہ تعالیٰ کا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

حق ضائع کر بیٹھے اور شہوات نفس کے پیچھے پڑ گئے یوں وہ دنیاوی لذتوں میں گم ہو گئے اور اپنی دنیا کی زندگی پر مطمئن ہو گئے۔

(6)﴿فَسَوۡفَ يَلۡقَوۡنَ غَيًّا﴾ ''تو جلد ہی وہ گمراہی کو ملیں گے'' یعنی وہ قیامت کے دن کئی گنا سخت عذاب سے دو چار ہوں گے۔

(7)(i)﴿غَيًّا﴾ کا مطلب ہلاکت، بُرا انجام اور دوزخ کی ایک وادی کا نام ہے۔(ii)عنقریب وہ بُرے انجام کو پہنچیں گے یعنی وہ سیدھا راستہ گم کر دیں گے اور ہلاکت تک جا پہنچیں گے۔

سوال 2: نماز کو ضائع کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے نمازوں کا وقت بے وقت، سستی اور کاہلی سے ادا کرنا اور مطلق چھوڑ دینا دونوں چیزیں مراد ہیں۔(سراج المنیر 1140/2)

(2)(i) اس سے مراد نماز کو چھوڑ دینا ہے جو کفر ہے۔(ii) اس کے اوقات کو ضائع کرنا ہے مثلاً وقت پر نماز ادا نہ کرنا، بلا عذر نمازیں اکٹھی کر کے پڑھ لینا، جب جی چاہے نماز پڑھ لینا۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان کفر اور شرک کے درمیان حد فاصل ترک نماز ہے۔(مسلم: 204)

﴿اِلَّا مَنۡ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّةَ وَلَا يُظۡلَمُوۡنَ شَيۡـًٔا﴾

''مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے۔ تو وہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور اُن پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا'' (60)

سوال: ﴿اِلَّا مَنۡ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّةَ وَلَا يُظۡلَمُوۡنَ شَيۡـًٔا﴾ ''مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے۔ تو وہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور اُن پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِلَّا مَنۡ تَابَ﴾ ''مگر جس نے توبہ کی'' یعنی دوزخ کی ہلاکت سے وہ لوگ بچ جائیں گے جو نماز ضائع کرنے سے اور شہوات کے پیچھے پڑنے سے بچ جائیں گے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنۡبِ كَمَنۡ لَّا ذَنۡبَ لَهٗ﴾ ''گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جس نے کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو''۔(ابن ماجہ: 4250)(المراغی: 57/6)

(2) یعنی جس نے شرک، بدعات اور معاصی سے توبہ کر لی اور ان کو ترک کر کے ان پر نادم ہوا اور دوبارہ ان کا ارتکاب نہ کرنے کا پکا عزم کر لیا۔

(3)﴿وَاٰمَنَ﴾ ''اور ایمان لایا'' اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور روز قیامت پر ایمان لایا۔

(4)﴿وَعَمِلَ صَالِحًا﴾ ''اور نیک عمل کیے'' اور عمل صالح سے مراد وہ عمل ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی زبان پر مشروع فرمایا ہے جبکہ عمل کرنے والے کی نیت رضائے الٰہی کا حصول ہو۔(سعدی: 1585/2)

(5) یعنی اگر سچے دل سے توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دے گا۔ اور اس کی توبہ قبول کر لے گا۔

(6)﴿فَاُولٰٓئِكَ﴾ ''تو وہی لوگ'' تو جن لوگوں نے توبہ کی، ایمان لائے اور نیک عمل کئے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(7) یعنی جنہوں نے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لیا۔

(8)﴿یَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّۃَ﴾ ''جنت میں داخل ہوں گے'' وہ اپنے سلف صالحین کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے۔(8) یعنی ان کا رب ان کے گناہوں کو بخش دے گا اور انہیں جنتوں میں داخل کرے گا۔

(9)﴿وَلَا یُظۡلَمُوۡنَ شَیۡـًٔا﴾ ''اور اُن پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا'' یعنی ان کی نیکیوں کے ثواب میں کچھ کمی نہیں کی جائے گی۔

(ایسر التفاسیر:870)

(10) یعنی انہیں ان کے اعمال کا کئی گنا اجر ملے گا۔ یہ رب کریم کی عطا ہے۔اسی لئے رب العزت نے فرمایا:﴿یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا تُوۡبُوۡۤا اِلَی اللّٰہِ تَوۡبَۃً نَّصُوۡحًا ؕ عَسٰی رَبُّکُمۡ اَنۡ یُّکَفِّرَ عَنۡکُمۡ سَیِّاٰتِکُمۡ وَیُدۡخِلَکُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ ۙ یَوۡمَ لَا یُخۡزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَہٗ ۚ نُوۡرُہُمۡ یَسۡعٰی بَیۡنَ اَیۡدِیۡہِمۡ وَبِاَیۡمَانِہِمۡ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اَتۡمِمۡ لَنَا نُوۡرَنَا وَاغۡفِرۡ لَنَا ۚ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو، خالص توبہ۔ تمہارا رب قریب ہے کہ تم سے تمہاری برائیاں دور کر دے اور تمہیں داخل کر دے ان باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، اس دن اللہ تعالیٰ نبی کو اور اُن لوگوں کو جو اُس کے ساتھ ایمان لائے ہیں، رُسوا نہ کرے گا، اُن کا نور اُن کے آگے اور اُن کی دائیں جانب دوڑ رہا ہو گا، وہ کہیں گے: ''اے ہمارے رب! ہمارا نور مکمل کر دے اور ہمیں بخش دے، بلاشبہ تو ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔'' (التحریم:8)

﴿جَنّٰتِ عَدۡنِ ۣالَّتِیۡ وَعَدَ الرَّحۡمٰنُ عِبَادَہٗ بِالۡغَیۡبِ ؕ اِنَّہٗ کَانَ وَعۡدُہٗ مَاۡتِیًّا﴾

''ابدی جنتیں ہیں، جن کا رحمان نے اپنے بندوں سے بن دیکھے وعدہ کیا ہے، یقیناً اس کا وعدہ ہمیشہ سے پورا ہو کر رہنے والا ہے'' (61)

سوال:﴿جَنّٰتِ عَدۡنِ ۣالَّتِیۡ وَعَدَ الرَّحۡمٰنُ عِبَادَہٗ بِالۡغَیۡبِ ؕ اِنَّہٗ کَانَ وَعۡدُہٗ مَاۡتِیًّا﴾ ''ابدی جنتیں ہیں، جن کا رحمان نے اپنے بندوں سے بن دیکھے وعدہ کیا ہے، یقیناً اس کا وعدہ ہمیشہ سے پورا ہو کر رہنے والا ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿جَنّٰتِ عَدۡنِ﴾ ''ابدی جنتیں ہیں'' سچی توبہ کرنے والوں کے لیے سدا بہار جنتیں ہیں جہاں سے انہیں کہیں منتقل نہیں کیا جائے گا، نہ ان کی نعمتیں زائل ہوں گی۔ان کے لیے سدا بہار رونقیں کبھی ختم نہ ہونے والی خوشیاں ہوں گی۔

(2)﴿الَّتِیۡ وَعَدَ الرَّحۡمٰنُ عِبَادَہٗ بِالۡغَیۡبِ﴾ ''جن کا رحمان نے اپنے بندوں سے بن دیکھے وعدہ کیا ہے'' ان جنتوں کا وعدہ الرحمٰن نے کیا ہے اور اس کا وعدہ پورا ہو کر رہنے والا ہے کیونکہ وہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔

(3) عباد سے مراد وہ بندے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ جب کہ اس اعتبار سے تو سبھی اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب کو پیدا کیا، انہیں رزق دیا، ان کی زندگی کے لیے ہر طرح کے انتظامات کیے۔

(4)﴿وَعَدَ الرَّحۡمٰنُ بِالۡغَیۡبِ﴾ ''جن کا رحمان نے بن دیکھے وعدہ کیا ہے'' یعنی رحمٰن نے اپنے بندوں کے ساتھ ان جنتوں کا وعدہ کیا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جن کو بندوں نے نہ دیکھا ہے، نہ ان کا مشاہدہ کیا ہے پھر بھی وہ اس پر ایمان لائے اور اس کے حصول کے لیے کوششیں کرتے رہے۔ رب رحمٰن نے اپنے بندوں کے ایمان بالغیب کی مدح فرمائی ہے۔

(5) اس آیت کریمہ میں جنت کے لیے ترغیب دلائی گئی ہے۔ رب العزت نے فرمایا۔﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ﴾ ''چنانچہ کوئی شخص نہیں جانتا اُن کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا چھپا کر رکھا گیا اس عمل کے بدلے میں جو وہ کرتے تھے۔'' (السجدہ:17)

(6)﴿اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِیًّا﴾ ''یقیناً اس کا وعدہ ہمیشہ سے پورا ہو کر رہنے والا ہے'' یعنی جنت کا وعدہ ضرور پورا ہونا ہے کیونکہ رب رحمٰن نہ تو وعدے میں ردو بدل کرتا ہے نہ وعدہ خلافی کرتا ہے جیسا کہ فرمایا:﴿السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ ؕ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا﴾ ''آسمان اس میں پھٹ جانے والا ہے، اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہمیشہ سے پورا ہو کر ہی رہنے والا ہے۔ (المزمل:18)

(7)﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَیَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَا رَیْبَ فِیْهِ ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا﴾ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تم سب کو قیامت کے دن ضرور جمع کرے گا جس میں کوئی شبہ نہیں اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ بات میں سچا اور کون ہے؟ (النساء:87)

(8)﴿وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِیْلًا﴾ ''اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے انہیں ہم عنقریب جنتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ، اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے، اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کون بات میں سچا ہے۔'' (النساء:122)

﴿لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ؕ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِیْهَا بُكْرَةً وَّعَشِیًّا﴾

''اُس میں وہ سلام کے سوا کوئی لغو بات نہ سنیں گے اور اُن کے لئے اس میں صبح وشام اُن کا رزق ہوگا'' (62)

سوال:﴿لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ؕ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِیْهَا بُكْرَةً وَّعَشِیًّا﴾ ''اُس میں وہ سلام کے سوا کوئی لغو بات نہ سنیں گے اور اُن کے لئے اس میں صبح وشام اُن کا رزق ہوگا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا﴾ ''اُس میں وہ سلام کے سوا کوئی لغو بات نہ سنیں گے'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں وہ اس میں کوئی باطل بات نہیں سنیں گے۔ (2) یعنی جنت میں فضول، فحش، بے معنی کلام نہیں سنیں گے۔

(3) یعنی وہ جنت میں بے فائدہ، لغو اور گناہ پر مبنی باتیں نہیں ہوں گی۔ جس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو۔

(4)﴿اِلَّا سَلٰمًا﴾ ''سلام کے سوا'' یعنی وہ صرف ایسی باتیں سنیں گے جو ہر قسم کے نقص سے پاک ہوں گی یعنی خیر اور بھلائی کی باتیں،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ذکر الٰہی، سلام وغیرہ۔

(5) یعنی وہ صرف ایسی باتیں سنیں گے جو ہر عیب سے پاک ہوں گی۔یعنی ذکر الٰہی ،سلام، پرسرور باتیں ،بشارت، دوستوں کے درمیان خوبصورت اوراچھی اچھی باتیں، رحمٰن کا خطاب، حوروں ،فرشتوں اور غلمان کی دل ربا آوازیں،طرب انگیز نغمات، اور نرم الفاظ سننے کو ملیں گے کیونکہ یہ سلامتی کا گھر ہے جہاں ہر لحاظ سے کامل سلامتی کے سوا کچھ نہیں۔(سعدی:1587/2)

(6)﴿وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا﴾ ''اوراُن کے لئے اس میں صبح وشام اُن کا رزق ہوگا''یعنی ان کے لیے وہاں لذیذ مشروبات اور کھانا ہوگا۔وہ جو چاہیں گے طلب کریں گے۔جب چاہیں گے جو چاہیں گے ہمیشہ موجود پائیں گے۔

(7) ان کی تکمیل،ان کی لذت اوران کا حسن یہ ہے کہ یہ معلوم اوقات میں ہوں گی۔﴿بُكْرَةً وَّعَشِيًّا﴾ تاکہ ان چیزوں کا وقوع باعظمت اوران کا فائدہ کامل ہو۔(سعدی:1587,1586/2)

﴿تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا﴾

''یہ وہ جنت ہے جس کا وارث اپنے بندوں میں سے اُسے ہم بنائیں گے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہو''(63)

سوال1:﴿تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا﴾ ''یہ وہ جنت ہے جس کا وارث اپنے بندوں میں سے اُسے ہم بنائیں گے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہو''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿تِلْكَ الْجَنَّةُ﴾ ''یہ وہ جنت ہے''یعنی جنت جن کے اوصاف اورجس کی خوبیاں ہم نے بیان کی ہیں۔

(2)﴿الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا﴾ ''جس کا وارث اپنے بندوں میں سے اُسے ہم بنائیں گے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہو''جنت کی وراثت توبہ کر کے ایمان لانے والے،عمل صالح کرنے والے کو ملے گی۔

(3) جنت کی وراثت نسب سے نہیں،عمل سے ملے گی۔

(4) جنت کی وراثت اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کو ہی ملے گی۔یعنی یہ وراثت ان لوگوں کو ملے گی جو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر فرائض ادا کرتے رہے۔اوراس کے عذاب کے خوف سے نافرمانیوں سے اجتناب کرتے رہے۔

(5) جنت کی وراثت دائمی ہوگی،کبھی ان سے کسی اور کو منتقل نہیں ہوگی۔وہ وہاں سے کسی اور مقام پر نہ منتقل ہونا چاہیں گے، نہ انہیں کہیں بھیجا جائے گا۔

(6) رب العزت نے فرمایا:﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١﴾ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ﴿٢﴾ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ﴿٣﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ ﴿٤﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ﴿٥﴾ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ﴿٦﴾ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ﴿٧﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ﴿٨﴾ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ (٩) أُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ (١٠) الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (١١)﴾ ’’یقیناً مؤمن کامیاب ہو گئے۔ وہی جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔ اور وہی جو لغویات سے منہ موڑنے والے ہیں۔ اور وہی جو زکوٰۃ کو ادا کرنے والے ہیں۔ اور وہی جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ سوائے اپنی بیویوں کے یا جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ بنے تو یقیناً وہ ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں۔ پھر جو اس کے علاوہ کچھ اور ڈھونڈیں تو وہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔ اور وہی جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرنے والے ہیں۔ اور وہی جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہی لوگ وارث ہیں۔ جو فردوس کے وارث ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔‘‘ (المومنون:1،11)

(7) اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وجہ سے ایمان اور یقین میں پختگی آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر انسان اللہ تعالیٰ کے وعدے کے حصول کے لیے ایمان اور تقویٰ کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ڈر کی وجہ سے انسان آزاد زندگی کو اپنے ارادے سے اللہ تعالیٰ کی پابندیوں والی زندگی بنا لیتا ہے۔ یوں مشکل قربانی کا ثبوت دیتا ہے جس کی جزا جنت کے سوا کچھ نہیں۔

﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا﴾

’’اور ہم آپ کے رب کے حکم کے بغیر نہیں اُترا کرتے اُسی کا ہے جو ہمارے سامنے ہے اور جو ہمارے پیچھے ہے اور جو اس کے درمیان ہے اور آپ کا رب کبھی بھولنے والا نہیں ہے‘‘ (64)

سوال: ﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا﴾ ’’اور ہم آپ کے رب کے حکم کے بغیر نہیں اُترا کرتے اُسی کا ہے جو ہمارے سامنے ہے اور جو ہمارے پیچھے ہے اور جو اس کے درمیان ہے اور آپ کا رب کبھی بھولنے والا نہیں ہے‘‘ اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ﴾ ’’اور ہم آپ کے رب کے حکم کے بغیر نہیں اُترا کرتے‘‘ یعنی فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہیں اترتے۔

(2) رسول اللہ ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا جیسا کہ اب آپ ہماری ملاقات کو آیا کرتے ہیں اس سے زیادہ آپ ہم سے ملنے کو کیوں نہیں آیا کرتے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ﴾ یعنی ہم فرشتے نازل نہیں ہوتے بجز آپ کے پروردگار کے حکم سے، اسی کا ملک ہے جو کچھ ہمارے آگے ہے اور جو کچھ ہمارے پیچھے ہے۔ (بخاری:4731)

(3) یعنی فرشتوں کا اختیار نہیں وہ تو تبھی نازل ہوتے ہیں جب انہیں حکم دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے۔ ﴿يٰٓاَيُّهَا

’’ محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ‘‘

www.KitaboSunnat.com

﴿الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جس پر تند مزاج سخت گیر فرشتے مقرر ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے، اور اُنہیں جو حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں۔'' (التحریم:6)

(4)﴿لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ﴾ ''اُسی کا ہے جو ہمارے سامنے ہے اور جو ہمارے پیچھے ہے'' یعنی جو دنیا اور آخرت میں ہے، ماضی حال مستقبل سب کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کی تقدیر ہے۔ جب اس کی حکمت کا تقاضا ہوتا ہے وہ اسے نافذ کرتا ہے اور جب اس کی حکمت کا تقاضا ہوتا ہے اسے مؤخر کر دیتا ہے۔

(5)﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا﴾ ''اور آپ کا رب کبھی بھولنے والا نہیں ہے'' یعنی آپ ﷺ کا رب آپ ﷺ کو بھولنے والا نہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى﴾ ''آپ کے رب نے آپ کو نہ چھوڑا ہے اور نہ وہ ناراض ہوا ہے۔'' (الضحیٰ:3)

﴿رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ۭ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا﴾

''وہ آسمانوں کا اور زمین کا اور اس کا رب ہے اور جو بھی ان دونوں کے درمیان ہے، چنانچہ آپ اس کی عبادت کرو اور اُسی کی عبادت پر پوری طرح جمے رہو، کیا آپ اس کا کوئی ہم نام جانتے ہیں'' (65)

سوال: ﴿رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ۭ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا﴾ ''وہ آسمانوں کا اور زمین کا اور اس کا رب ہے اور جو بھی ان دونوں کے درمیان ہے، چنانچہ آپ اس کی عبادت کرو اور اُسی کی عبادت پر پوری طرح جمے رہو، کیا آپ اس کا کوئی ہم نام جانتے ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا﴾ ''وہ آسمانوں کا اور زمین کا اور اس کا رب ہے اور جو بھی ان دونوں کے درمیان ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ ساری کائنات کا خالق، مالک، حاکم اور متصرف ہے۔

(2) زمین اور آسمان میں اس کی ربوبیت، اور ان کا بہترین اور کامل ترین نظام کے مطابق رواں دواں رہنا، جس میں غفلت کا کوئی شائبہ ہے نہ کوئی چیز بے فائدہ ہے اور نہ کوئی چیز باطل ہے۔ اس حقیقت پر قطعی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کو شامل ہے، لہٰذا آپ ﷺ اپنے آپ کو اس میں مشغول نہ کریں بلکہ آپ ان امور میں اپنے آپ کو مشغول کریں جو آپ کو کوئی فائدہ دیتے ہیں اور جن کا فائدہ آپ کی طرف لوٹتا ہے اور وہ ہے اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت جس کا کوئی شریک نہیں۔ (سعدی:1588/2)

(3) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ پریشانی کے وقت یہ دعا کرتے تھے ''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں جو بہت جاننے والا بڑا بردبار ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں جو عرش عظیم کا رب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں جو آسمانوں کا رب ہے،

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

زمین کا رب اور عرش کریم کا رب ہے‘‘۔(بخاری:7426)

(4) رب وہ ہے جو بتدریج نشوونما کرتا ہے وحی کے نزول میں آنے والے وقفے کے حوالے سے رب العزت نے فرمایا کہ وہ آسمان، زمین اور جو اُن کے درمیان ہے ہر چیز کی نشوونما کرنے والا ہے وہ بہتر جانتا ہے کہ کس ترتیب کے ساتھ کب کون سے احکامات لائے جائیں۔

(5) ﴿فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ﴾ ’’چنانچہ آپ اس کی عبادت کرو اور اُسی کی عبادت پر پوری طرح جمے رہو‘‘ یعنی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی اطاعت کا پابند بنائیں اس کے اوامر ونواہی پر کاربند ہو جائیں۔

(6) اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہیں اور اس کو کامل ترین طریقے سے قائم کریں۔

(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۭ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى (١٣١) وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۭ لَا نَسْــَٔــلُكَ رِزْقًا ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى (١٣٢)﴾ ’’اور آپ نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھیں اس کی طرف جو ہم نے ان میں سے مختلف قسم کے لوگوں کو سروسامان دیا ہے، دنیا کی زندگی کی زینت ہے تاکہ ہم انہیں اس آزمائش میں ڈالیں اور آپ کے رب کا رزق ہی بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔ اور آپ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیں اور خود بھی اس پر خوب پابند رہیں، ہم آپ سے کوئی رزق نہیں مانگتے، رزق تو ہم ہی آپ کو دیں گے۔ اور آخری انجام تو تقویٰ (والوں) کے لیے ہے۔‘‘ (طٰہٰ:131,132)

(8) عبادت پر قائم رہنے کے لیے زمین والوں کو اپنی ساری سرگرمیوں میں آسمان والے کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ انسان مادی ضروریات کی کشمکش میں پھنستا ہے۔ اس بھنور سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے جس کی بہترین صورت صلوٰۃ ہے۔ خواہشات نفس کے دباؤ میں انسان مجبور ہو جاتا ہے۔ ان مجبوریوں سے اُوپر اُٹھنے کے لیے حوصلوں کی ضرورت ہے جو کلام اللہ کے ساتھ مستقل تعلق کے بغیر نہیں آتا جو تواصوا بالحق اور تواصوا بالصبر کے ساتھ آتا ہے۔

(9) ﴿هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا﴾ ’’کیا آپ اس کا کوئی ہم نام جانتے ہیں‘‘ یعنی کوئی اس کے مثل، اس جیسا نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی ہمسر نہیں۔

(10) کیا آپ تمام مخلوق میں اس کی کوئی ہم نام، کوئی مشابہت اور مماثلت رکھنے والی ہستی جانتے ہیں؟ یہ استفہام نفی کا معنی دیتا ہے جو عقلاً معلوم ہے، یعنی آپ کسی ایسی ہستی کو نہیں جانتے جو اللہ تعالیٰ کی برابری کرنے والی، اس کے مشابہ اور مماثل ہو۔ کیونکہ وہ رب ہے اور دوسرے دوسرے مربوب، وہ خالق ہے اور دیگر تمام مخلوق، وہ ہر لحاظ سے بے نیاز ہے اور دیگر تمام ہر لحاظ سے بالذات محتاج ہیں، وہ کامل ہے جو ہر لحاظ سے کمال مطلق کا مالک ہے دیگر تمام ناقص ہیں کسی میں کوئی کمال نہیں سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا کر دیا۔ پس یہ اس حقیقت پر برہان قاطع ہے کہ اللہ تعالیٰ اکیلا عبودیت کا مستحق ہے۔ اس کی عبادت حق اور ماسوا کی عبادت باطل ہے، اس لئے اس نے صرف اپنی عبادت کرنے اور اس پر پابند رہنے کا حکم دیا اور اس کی علت یہ بتلائی کہ وہ اپنے کمال، اپنی عظمت اور اسمائے حسنیٰ میں منفرد ہے۔ (سعدی:1589/2)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رکوع نمبر 5

﴿وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَ اِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا﴾

''اور انسان کہتا ہے کہ کیا جب میں مرجاؤں گا تو واقعی جلد ہی میں زندہ کر کے نکالا جاؤں گا'' (66)

سوال: ﴿وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَ اِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا﴾ ''اور انسان کہتا ہے کہ کیا جب میں مرجاؤں گا تو واقعی جلد ہی میں زندہ کر کے نکالا جاؤں گا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ﴾ ''اور انسان کہتا ہے'' یعنی بعثت کا، آخرت کے گھر کا اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا انکار کرنے والا کہتا ہے۔

(2) ﴿ءَ اِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا﴾ کہ کیا جب میں مرجاؤں گا تو واقعی جلد ہی میں زندہ کر کے نکالا جاؤں گا؟ انسان کے دل میں یہ سوال غفلت کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے ایسے انسانوں کی بات کو قابل تعجب قرار دیا ہے جو دوبارہ اٹھائے جانے پر حیرت کا اظہار کرتے ہیں۔ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَ اِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَ اِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۬ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''اور اگر تم تعجب کرو تو تعجب کے قابل اُن کی یہ بات ہے کہ کیا جب ہم مرکر مٹی ہو جائیں گے تو کیا واقعتاً ہم یقیناً نئی تخلیق میں ہوں گے؟ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کا کفر کیا اور یہی وہ لوگ ہیں جن کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور یہی آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' (الرعد:5)

(4) ایک اور مقام پر رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ۭ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ (۷۸) قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُ (۷۹)﴾ ''اور اُس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، اس نے کہا کہ اُن ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا حالانکہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟ آپ کہہ دیں کہ انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے اُنہیں پہلی بار پیدا کیا اور وہ ہر طرح کی تخلیق کو خوب جاننے والا ہے۔'' (یٰسین:78,79)

(5) یعنی جب میں مرکر بوسیدہ ہو جاؤں گا تو اللہ تعالیٰ مجھے کیسے زندہ کرے گا؟

(6) ﴿يَقُوْلُوْنَ ءَ اِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ (۱۰) ءَ اِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً (۱۱) قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ (۱۲) فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ (۱۳) فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ (۱۴)﴾ ''وہ کہتے ہیں: ''کیا بلاشبہ ہم واقعی پہلی حالت میں واپس لوٹائے جانے والے ہیں؟ کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے؟'' انہوں نے کہا: ''تب یہ واپسی تو بڑی خسارے والی ہے۔'' چنانچہ وہ تو بس ایک ڈانٹ ہوگی۔ پھر اچانک وہ ایک کھلے میدان میں ہوں گے۔'' (النازعات:10,14)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ) ابن آدم نے مجھے جھٹلایا حالانکہ اس کے لیے یہ مناسب نہ تھا۔ اس نے مجھے گالی دی حالانکہ یہ اس کا حق نہیں تھا۔ مجھے جھٹلانا یہ ہے کہ کہتا ہے کہ میں اسے دوبارہ زندہ نہیں کر سکتا جیسا کہ میں نے اسے پہلی دفعہ پیدا کیا تھا۔ اس کا گالی دینا یہ ہے کہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ نے بیٹا بنا لیا ہے حالانکہ میں بے پرواہ ہوں، میرے ہاں نہ کوئی اولاد ہے اور نہ میں کسی کی اولاد ہوں اور نہ کوئی میرے برابر کا ہے۔'' (بخاری:4975)

﴿اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْـًٔا﴾

''اور کیا انسان یاد نہیں کرتا کہ یقیناً ہم نے اس سے پہلے بھی اسے پیدا کیا تھا حالانکہ وہ کچھ بھی نہ تھا'' (67)

سوال: ﴿اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْـًٔا﴾ ''اور کیا انسان یاد نہیں کرتا کہ یقیناً ہم نے اس سے پہلے بھی اسے پیدا کیا تھا حالانکہ وہ کچھ بھی نہ تھا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ﴾ ''اور کیا انسان یاد نہیں کرتا'' یعنی بعثت اور آخرت کا انکار کرنے والا۔ (ایسر التفاسیر:873)

(2) (i) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا انسان نے غور نہیں کیا کہ وہ موجود ہے اور اُسے پیدا کیا گیا تھا؟ (ii) انسان غور تو کرے کہ جب وہ نہیں تھا تو کہاں تھا؟ (iii) انسان غور و فکر کرے کہ وہ کچھ نہیں تھا اور اب ہے تو کیسے ہے؟ (iv) اگر وہ غور کر لے تو اُسے سمجھ آ جائے گی کہ پہلی بار پیدا کرنے کے مقابلے میں دوبارہ پیدا کرنا آسان کام ہے۔

(3) ﴿اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ﴾ ''کہ یقیناً ہم نے اس سے پہلے بھی اسے پیدا کیا تھا'' یعنی کیا وہ اپنی اس حالت کو یاد نہیں کرتا جب کہ وہ کچھ نہیں تھا اور جس ہستی نے اسے عدم سے وجود عطا کیا وہ اسے دوبارہ پیدا کرنے اور ریزہ ریزہ ہونے کے بعد دوبارہ اکٹھا کرنے کی قدرت نہیں رکھتی؟ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''اور وہی ہے جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے، پھر وہی اُس کا اِعادہ کرے گا اور وہ اُس پر آسان ترین ہے اور آسمانوں اور زمین میں سب سے اعلیٰ صفت اُسی کے لیے ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' (الروم:27)

(4) ﴿اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ﴾ ''اور کیا انسان یاد نہیں کرتا'' رب العزت نے انتہائی شفقت سے غور و فکر کی دعوت دی ہے کہ کیا انسان کو یاد نہیں؟ اگر وہ یاد کرے گا تو وہ ہرگز انکار نہیں کرے گا۔

(5) ﴿اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْـًٔا﴾ ''کہ یقیناً ہم نے اس سے پہلے بھی اسے پیدا کیا تھا حالانکہ وہ کچھ بھی نہ تھا'' یعنی وہ بعثت کو جھٹلاتا اور اس کا انکار کرتا ہے اور وہ نہیں یاد کرتا کہ ہم نے اسے اس سے پہلے پیدا کیا جب کہ وہ کچھ نہیں تھا؟

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا﴾ ''کیا انسان پر زمانے میں سے کوئی وقت ایسا بھی آیا ہے جب وہ قابلِ ذکر چیز ہی نہ تھا؟'' (الدھر:1)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(7) ﴿اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ (۷۷) وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ (۷۸) قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ (۷۹)﴾ ''اور کیا انسان نے دیکھا نہیں کہ یقیناً ہم نے اُسے نطفے سے پیدا کیا؟ اچانک وہ کھلم کھلا جھگڑا کرنے والا ہے۔ اور اُس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، اس نے کہا کہ اُن ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا حالانکہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟ آپ کہہ دیں کہ انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے اُنہیں پہلی بار پیدا کیا اور وہ ہر طرح کی تخلیق کو خوب جاننے والا ہے۔'' (یٰسین:77,79)

﴿فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا﴾

''پس آپ کے رب کی قسم! ہم ان سب کو شیاطین سمیت ضرور اکٹھا کریں گے پھر ہم ضرور اُنہیں جہنم کے گرد گھٹنوں کے بل گرے ہوئے حاضر کریں گے'' (68)

سوال: ﴿فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا﴾ ''پس آپ کے رب کی قسم! ہم ان سب کو شیاطین سمیت ضرور اکٹھا کریں گے پھر ہم ضرور اُنہیں جہنم کے گرد گھٹنوں کے بل گرے ہوئے حاضر کریں گے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَوَرَبِّكَ﴾ ''پس آپ کے رب کی قسم!'' اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم کھا کر کہا ہے کہ لازماً تمام لوگوں کو اُٹھایا جائے گا۔ یہ ایک طے شدہ فیصلہ ہے۔

(2) ﴿لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ﴾ ''ہم ان سب کو شیاطین سمیت ضرور اکٹھا کریں گے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی عزت والی ذات کی قسم کھا کر فرمایا کہ وہ تمام انسانوں اور جنوں کو ضرور اکٹھا کرے گا اور ایک مقررہ وقت پر جمع کرے گا۔

(3) یہاں شیاطین سے مراد بُرے لیڈر ہیں جو لوگوں کے دلوں میں شبہات پیدا کرتے ہیں۔

(4) ﴿ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا﴾ ''پھر ہم ضرور اُنہیں جہنم کے گرد گھٹنوں کے بل گرے ہوئے حاضر کریں گے'' یعنی ہولناکیوں کی شدت، زلزلے کی کثرت اور احوال کی خوفناکی کی وجہ سے وہ اپنے گھٹنوں کے بل آئیں گے اور بلند و برتر اللہ کے حکم کے منتظر ہوں گے۔ (سعدی:1590/2)

(5) دُنیا کے جباروں اور قہاروں کے شعور کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیدار کیا ہے کہ حشر کے میدان میں جہاں بے حد و حساب لوگ جمع کر لیے گئے توہین آمیز انداز میں گھٹنوں کے بل گھسیٹ کر لایا جائے گا۔ وہ بے بسی سے دیکھیں گے، خوفزدہ ہوں گے، گھٹنوں کے بل چلیں گے اور اوندھے گرا دیے جائیں گے جیسے چھوٹے لوگ گریں گے ویسے ہی بڑے بھی جا گریں گے۔

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کیا کرتے تھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تمہیں وہ معلوم ہوتا جو میں جانتا ہوں تو تم ہنستے کم اور روتے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

زیادہ۔(بخاری:6485)(7) گھٹنوں کے بل بیٹھنا حساب کے خوف اور بُرے انجام کی وجہ سے ہوگا۔

﴿ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا﴾

''پھر ہم ہر گروہ میں سے ضرور کھینچ نکالیں گے جو اُن میں سے رحمان کے مقابلے میں زیادہ سرکش ہے'' (69)

سوال: ﴿ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا﴾ ''پھر ہم ہر گروہ میں سے ضرور کھینچ نکالیں گے جو اُن میں سے رحمان کے مقابلے میں زیادہ سرکش ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ﴾ ''پھر ہم ہر گروہ میں سے ضرور کھینچ نکالیں گے'' ہم ہر گروہ سے اور ہر فرقے سے ان لوگوں کو نکالیں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت سے تکبر کیا اور جنہوں نے سرکشی اور ظلم کیا۔

(2) ہر گروہ میں سے بڑے سرکشوں کو ہٹ دھری کی سزا دینے کے لیے الگ کر لیا جائے گا۔

(3) جو لوگ رحمٰن کی بات نہیں مانتے مجرم تو وہ بھی ہیں مگر بڑے سرکش وہ ہیں جو رحمن کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں اور دوسروں کو بھی اُٹھائیں۔

(4) ﴿عِتِيًّا﴾ ''سرکش'' عتو وہ شخص ہے جو سب سے بڑا سرکش اور ظالم ہے۔ اس کو عذاب میں سب سے آگے کیا جائے گا، پھر اس کو جو گناہ میں اس سے کم ہوگا اور وہ سب ایک دوسرے پر لعنت بھیجیں گے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ۭ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ۭ حَتّٰٓي اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَاۗءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ڛ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ (٣٨) وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ (٣٩)﴾ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''آگ میں داخل ہو جاؤ جنوں اور انسانوں کے گروہوں کے ساتھ جو تم سے پہلے گزر چکے۔'' جب بھی کوئی جماعت داخل ہوگی وہ اپنی ساتھی جماعت پر لعنت کرے گی یہاں تک کہ جب وہ سب اُس میں آملیں گی تو اُن کی پچھلی اپنے سے پہلی جماعت کے بارے میں کہے گی: ''اے ہمارے رب! یہی لوگ ہیں جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا چنانچہ آپ اُنہیں آگ کا دوگنا عذاب دیں'' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ''ہر ایک کے لئے دوگنا ہے اور لیکن تم نہیں جانتے۔'' اور ان کی پہلی جماعت اپنی پچھلی کے لئے کہے گی: ''پھر تمہیں بھی ہم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں تھی تو تم عذاب کا مزہ چکھو، اس کے بدلے میں جو تم کماتے تھے۔'' (الاعراف:38,39)

﴿ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا﴾

''پھر یقیناً ہم اُن لوگوں کو خوب جانتے ہیں جو جہنم میں داخل ہونے کے زیادہ مستحق ہیں'' (70)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال:﴿ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا﴾ ''پھر یقیناً ہم اُن لوگوں کو خوب جانتے ہیں جو جہنم میں داخل ہونے کے زیادہ مستحق ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا﴾ ''پھر یقیناً ہم اُن لوگوں کو خوب جانتے ہیں جو جہنم میں داخل ہونے کے زیادہ مستحق ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے کہ کون جہنم میں جھونکے جانے کا زیادہ حق دار ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ کو یہ بھی خوب معلوم ہے کہ دنیا میں انہوں نے کیسے اعمال کیے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ کون ہمیشہ کی آگ میں جلتا بھنتا رہے گا اور کون دگنے عذاب کا حق دار ہے۔

(3) مجرموں کو ان کے جرم کی سنگینی کے اعتبار سے عذاب دیا جائے گا۔ جن لوگوں نے گمراہ کیا اور جو ان کے پیچھے چلے اللہ تعالیٰ سب کے اعمال کو جانتا ہے۔ اس کا فیصلہ عدل پر مبنی ہوگا۔

﴿وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا﴾

''اور تم میں سے ہر شخص اُس پر سے گزرنے والا ہے، یہ ہمیشہ سے آپ کے رب کی حتمی بات ہے جس کا فیصلہ کیا ہوا ہے'' (71)

سوال:﴿وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا﴾ ''اور تم میں سے ہر شخص اُس پر سے گزرنے والا ہے، یہ ہمیشہ سے آپ کے رب کی حتمی بات ہے جس کا فیصلہ کیا ہوا ہے'' کیا سب لوگ جہنم میں جائیں گے، وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا﴾ ''اور تم میں سے ہر شخص اُس پر سے گزرنے والا ہے'' اللہ رب العزت نے یہ خطاب مومنوں اور کافروں، صالح اور بدکار سب ہی قسم کے لوگوں سے کیا ہے کہ مخلوق میں سے کوئی ایسا نہیں جو جہنم پر وارد نہ ہو۔

(2)﴿كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا﴾ ''یہ ہمیشہ سے آپ کے رب کی حتمی بات ہے جس کا فیصلہ کیا ہوا ہے'' یعنی یہ رب العزت کا حتمی فیصلہ ہے۔ یہ اس کا نافذ ہونے والا فیصلہ ہے۔ لیکن وارد ہونے کے معنی میں اختلاف ہے۔

(3) قیامت کے دن تمام لوگوں کو جہنم کے اُوپر کے پل پر سے گزارا جائے گا۔ صحیح احادیث میں اس پل کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔ جہنم کے اُوپر ایک پل بنایا جائے گا جس سے ہر ایک کو گزرنا ہوگا۔ مومن کافر سب ہی گزریں گے۔ مومن نیک اعمال کی وجہ سے جلد گزر جائیں گے کچھ پلک جھپکنے میں، کچھ ہوا کی طرح، کچھ پرندوں کی طرح، کچھ عمدہ گھوڑوں کی طرح، کچھ سواریوں کی طرح، کچھ صحیح سالم، کچھ زخمی لیکن پل عبور کرلیں گے، کچھ جہنم میں گر پڑیں گے جنہیں شفاعت کے ذریعے نکال لیا جائے گا۔ کافر اس پل کو عبور کرنے میں کامیاب نہیں ہوں گے اور سب جہنم میں گر پڑیں گے۔

(4) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگ دوزخ میں وارد ہوں گے پھر اپنے عملوں کے موافق اس سے نکلیں گے سو پہلا گروہ ایسا جائے گا جیسے بجلی چمکتی ہے (جن کے اعمال بہت اچھے ہوں گے)، دوسرا جیسے ہوا، تیسرا جیسے گھوڑا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

دوڑے، چوتھا جیسے سواری لیے ہوئے اونٹ، پانچواں جیسے دوڑتا ہوا آدمی، چھٹا جیسے آدمی چلتا ہو۔ (جامع ترمذی: 3159)

(5) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ پل کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ ایک پھسلواں گرنے کا مقام ہے اس پر سنسنیاں ہیں، آنکڑے ہیں، چوڑے چوڑے کانٹے ہیں، ان کے سر خمدار سعدان کے کانٹوں کی طرح ہیں، جو نجد کے ملک میں ہوتے ہیں۔ مومن اس پر پلک مارنے کی طرح، بجلی کی طرح، ہوا کی طرح، تیز رفتار گھوڑے اور سواری کی طرح گزر جائیں گے۔ ان میں بعض تو صحیح سلامت نجات پانے والے ہوں گے اور بعض جہنم کی آگ سے جھلس کر بچ نکلنے والے ہوں گے۔ یہاں تک کہ آخری شخص اس پر سے گھسٹتے ہوئے گزرے گا۔ (صحیح بخاری: 7439)

(6) ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ جو لوگ بدر کی لڑائی اور حدیبیہ کی صلح میں حاضر تھے ان میں سے کوئی جہنم میں نہیں جائے گا اگر اللہ تعالیٰ چاہے۔ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے تم میں سے کوئی ایسا نہیں جو جہنم پر وارد نہ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے بعد تم نے نہیں پڑھا: ''پھر ہم اُن لوگوں کو بچا لیں گے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے اور ہم ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرا ہوا چھوڑ دیں گے۔'' (یا اللہ تو ہم کو بھی اپنی رحمت سے پار کرا دے آمین یا ارحم الراحمین) (ابن ماجہ: 4281)

(7) سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: پل صراط جہنم کے دونوں کناروں پر رکھا جائے گا (جیسے دریا کا پل دونوں کناروں پر ہوتا ہے) اس پر سعدان کے کانٹوں کی طرح کانٹے ہوں گے۔ پھر لوگ اس پر سے گزرنا شروع کریں گے تو بعض لوگ صحیح سلامت گزر جائیں گے (ان میں بجلی کی طرح گزر جائیں گے، بعض ہوا کی طرح، بعض پیدل کی طرح) اور بعض کے کچھ اعضاء کٹ کر جہنم میں گریں گے پھر نجات پا جائیں گے اور بعض اسی پر اٹکے رہیں گے اور بعض اوندھے منہ جہنم میں گریں گے۔ (ابن ماجہ: 4280)

﴿ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا﴾

''پھر ہم اُن لوگوں کو بچا لیں گے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے اور ہم ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرا ہوا چھوڑ دیں گے'' (72)

سوال: ﴿ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا﴾ ''پھر ہم اُن لوگوں کو بچا لیں گے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے اور ہم ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرا ہوا چھوڑ دیں گے'' پل صراط سے مومن اور متقی سلامتی سے پار ہو جائیں گے، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوا﴾ ''پھر ہم اُن لوگوں کو بچا لیں گے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے'' جب تمام لوگ پل صراط سے گزریں گے اور کافر کٹ کٹ کر اس میں گر رہے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو جو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرتے رہے، اس کے عائد کردہ فرائض کو ادا کرتے رہے اور اس نے جن معاصی سے روکا ان سے اجتناب کرتے رہے ایسے متقیوں کو ان کے اعمال کے مطابق سلامتی سے پل صراط پر سے گزار دیا جائے گا۔ ان کی رفتار دنیا میں کیے گئے اعمال کے مطابق ہوگی۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيۡنَ﴾ ''اور ہم ظالموں کو چھوڑ دیں گے'' اور ظالم جنہوں نے تکبر کیا، جو کفر اور بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کرتے رہے۔

(3) ﴿فِيۡهَا جِثِيًّا﴾ ''اس میں گھٹنوں کے بل گرا ہوا چھوڑ دیں گے'' ظالموں کو گھٹنوں کے بل گرا دیا جائے گا۔ یہ ان کے ظلم اور کفر کی وجہ سے ہوگا۔ ان کی نجات کے سارے اسباب ختم ہو جائیں گے۔

(4) اللہ تعالیٰ نے ظالموں کو اوندھے منہ جہنم میں گرا ہوا دکھا کر یہ احساس دلایا ہے کہ دُنیا اور دنیا کی بڑائی کیسے منہ کے بل جہنم میں گرانے والی ہے۔

﴿وَاِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا ۙ اَىُّ الۡفَرِيۡقَيۡنِ خَيۡرٌ مَّقَامًا وَّاَحۡسَنُ نَدِيًّا﴾

''اور جب انہیں ہماری واضح آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو جن لوگوں نے کفر کیا وہ ان لوگوں سے کہتے ہیں جو ایمان لائے کہ ہم دونوں گروہوں میں سے کون سا مقام میں بہتر ہے اور مجلس میں زیادہ اچھا ہے'' (73)

سوال 1: ﴿وَاِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا ۙ اَىُّ الۡفَرِيۡقَيۡنِ خَيۡرٌ مَّقَامًا وَّاَحۡسَنُ نَدِيًّا﴾ ''اور جب انہیں ہماری واضح آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو جن لوگوں نے کفر کیا وہ ان لوگوں سے کہتے ہیں جو ایمان لائے کہ ہم دونوں گروہوں میں سے کون سا مقام میں بہتر ہے اور مجلس میں زیادہ اچھا ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ﴾ ''اور جب انہیں ہماری واضح آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں'' یعنی جب کفار قریش اور توحید، نبوت، بعث اور جزا کے منکرین پر قرآن کے واضح دلائل پڑھے جاتے ہیں۔

(2) ﴿قَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا﴾ ''وہ ان لوگوں سے کہتے ہیں جو ایمان لائے'' اللہ تعالیٰ کی آیات جو ایمان اور یقین میں اضافہ کرتی ہیں کافروں پر کتنی گراں گزرتی ہیں کہ وہ سن کر ایمان والوں کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے ہیں۔

(3) ﴿اَىُّ الۡفَرِيۡقَيۡنِ خَيۡرٌ مَّقَامًا وَّاَحۡسَنُ نَدِيًّا﴾ ''کہ ہم دونوں گروہوں میں سے کون سا مقام میں بہتر ہے اور مجلس میں زیادہ اچھا ہے'' وہ دنیا میں اپنی خوش حالی کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مومنوں اور کافروں میں سے کون سا فریق دنیا میں مال اور مقام کے اعتبار سے زیادہ اچھا ہے؟

(4) وہ کہتے ہیں کہ ہمارا دین درست ہے تب ہی تو ہمارا مرتبہ تم سے اونچا ہے اور ہماری مجالس زیادہ شان دار ہیں، ہمارے گھر زیادہ خوب صورت ہیں، ہمارے حالات تم سے زیادہ اچھے ہیں۔ اگر ہمارا دین اللہ تعالیٰ کو پسند نہ ہوتا تو ہماری مجالس اتنی شان دار کیسے ہوتیں؟ جب کہ مسلمان دار ارقم میں چھپے ہوئے ہیں وہ بھلا کیسے حق پر ہو سکتے ہیں؟

(5) یعنی انہوں نے دنیا میں اپنے مال اور اولاد کی کثرت، اکثر آسائشوں کے حصول اور مجلس آرائیوں سے یہ نتیجہ نکالا کہ ان کے احوال اچھے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور اہل ایمان کا حال اس کے برعکس ہے، اس لئے وہ اہل ایمان سے بہتر ہیں اور یہ انتہائی فاسد دلیل ہے یہ چیز تقلیب حقائق میں شمار ہوتی ہے۔ ورنہ کثرت مال واولاد اور خوبصورت منظر میں بہت سی ایسی چیزیں ہوتی ہیں جو ان لوگوں کی ہلاکت، شر اور شقاوت کی باعث ہیں۔ (سعدی: 1592/2)

(6)﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ۚ وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ﴾ ''اور کافروں نے ایمان والوں کے متعلق کہا کہ اگر یہ دین بہتر ہوتا تو وہ ہم سے پہلے اس کی طرف نہ آتے اور جب اُنہوں نے اس سے ہدایت نہیں پائی تو ضرور وہ کہیں گے: ''یہ تو پرانا جھوٹ ہے۔'' (الاحقاف: 11)

سوال 2: قرآنی دعوت کا مقابلہ دُنیا کی مجلسوں اور مقام سے کیوں کیا جاتا ہے؟

جواب: دُنیا میں جو لوگ دُنیا کی خاطر جیتے ہیں اور دُنیا ہی کی خاطر مرجانا چاہتے ہیں اُن کی ساری قوتیں اور صلاحیتیں دُنیا کمانے کے لیے لگ جاتی ہیں اور وہ دُنیا کی رونقیں اور مال اکٹھا کر لیتے ہیں جب کہ دوسری طرف جو لوگ رب کی خاطر جیتے ہیں وہ انسانوں کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں اور زمین کے بگاڑ کو ختم کرنے کے لیے ساری قوتیں اور صلاحیتیں لگا دیتے ہیں۔ ایسے لوگ دُنیا کی مصلحتوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور آخرت کی مصلحتوں کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس وجہ سے ظاہری شان وشوکت سے محروم رہتے ہیں۔ یہی فرق لوگوں کے لیے غلط فہمی کا سبب بن جاتا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جس کے پاس دُنیا کا مال واسباب ہے، رونقیں ہیں وہی کامیاب ہے۔ اسی وجہ سے وہ قرآنی دعوت کا مقابلہ اپنی مجلسوں اور مقام سے کرتے ہیں کہ دونوں میں سے کس کا مقام اور مجلسیں زیادہ اچھی ہیں؟ یہ معیار سراسر غلط ہے کیونکہ انسانوں کا ماضی یہ بتاتا ہے کہ جتنے لوگوں نے دُنیا کا مال اسباب اکٹھا کیا، جن کے پاس اقتدار رہا، لوگوں کی زندگی کے فیصلے جن کے ہاتھ میں رہے وہ سب مٹی میں مل گئے۔ کتنے ہی محل کھنڈر بن گئے، کتنی بستیاں ویران ہوگئیں جب کہ وہ لوگ جو دُنیا کی رونقیں اکٹھی نہ کر پائے، شاندار مجلسیں اور لوگوں کی بھیڑ اکٹھی نہ کر سکے آج دُنیا کی محبتوں اور عقیدتوں کا مرکز ہیں مثال کے طور پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام۔

سوال 3: اہل ایمان کی مجلسیں دُنیا پرستوں کو کیوں حقیر لگتی ہیں؟

جواب: بڑی بڑی مجلسوں کے مقابلے میں اہل ایمان کی مجلسوں میں نہ قیمتی لباس ہوتے ہیں، نہ مال وجمال، نہ کھانے پینے کے لذیذ سامان، نہ بہترین جائے قیام بلکہ مشقت، جدوجہد، قربانیاں اور کلمہ حق کی دعوت ہوتی ہے۔ اس لیے دونوں مجلسوں میں ظاہری چکا چوند والی مجلس لوگوں کو بھلی دِکھتی ہے۔ اسی لیے اہل مکہ کو دار الندوہ کی اجتماع گاہ، مسلمانوں کے دار الشوریٰ اور دار ارقم کے مقابلے میں شاندار لگتی تھی۔

﴿وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا﴾

''اور کتنے ہی زمانوں کے لوگ ہم نے ان سے پہلے بھی ہلاک کر دیے ہیں جو ان سے ساز وسامان اور دیکھنے میں زیادہ اچھے تھے؟'' (74)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال:﴿وَ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِئْيًا﴾ ''اور کتنے ہی زمانوں کے لوگ ہم نے ان سے پہلے بھی ہلاک کردیے ہیں جوان سے ساز وسامان اور دیکھنے میں زیادہ اچھے تھے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ﴾ ''اور کتنے ہی زمانوں کے لوگ ہم نے ان سے پہلے بھی ہلاک کردیے ہیں'' کافروں نے جب مال کی بنیاد پر اپنے دین کو درست سمجھا تو رب العزت نے ان کی غلط فہمی دور کرتے ہوئے فرمایا کہ کتنی جھٹلانے والی قوموں کو ہم نے تباہ وبرباد کردیا جوتم سے پہلے گزر چکیں۔

(2)﴿هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِئْيًا﴾ ''جوان سے ساز وسامان اور دیکھنے میں زیادہ اچھے تھے''یعنی جن کے گھر آسائش وآرام کے اعتبار سے تم سے زیادہ بہتر تھے۔جن کا مال ومتاع اور جن کی لذتیں تم سے زیادہ تھیں،جو زیادہ آسودہ حال تھے،جن کے مناظر پرکشش اور چہرے خوب صورت تھے۔اگر وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچ سکے تو تم کیسے بچ سکتے ہو جب کہ تم لذتوں اور آسودگی میں،مال ومتاع اور سہولتوں میں ان سے کم تر ہو؟

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ﴾ ''کیا تمہارے کافر اُن سے بہتر ہیں؟ یا تمہارے لیے اگلی کتابوں میں معافی ہے؟''(القمر:43)

(4)اس سے یہ واضح ہوگیا کہ دُنیا کے مال ومتاع سے آخرت کے انعامات پر استدلال کرنا درست نہیں۔

(5)فرعون اور اس کی قوم کے سمندر میں غرق ہونے کے واقعے کو بیان کرتے ہوئے رب العزت نے فرمایا:﴿كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ (۲۵) وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ (۲۶) وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ (۲۷)﴾ ''وہ کتنے ہی باغات اور چشمے چھوڑ گئے۔اور کھیتیاں اور شاندار قیام گاہیں اور وہ سامانِ عیش جن میں وہ مزے اڑانے والے تھے۔''(الدخان:25,27)

(6)اللہ تعالیٰ نے ماضی کے کھنڈروں تک انسانی شعور کو پہنچا کر یہ سمجھایا ہے کہ ان تباہ حال قوموں کو دیکھو،ان کے پاس کتنے مال واسباب تھے۔وہ تم سے زیادہ سروسامان رکھتی تھیں اور ظاہری شان وشوکت میں کتنا بڑھی ہوئی تھیں مگر کیسے اُن کی فصل کٹ گئی۔لہٰذا اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے ڈر جاؤ۔پہلے لوگوں کو بھی دُنیا کے ساز وسامان نے اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے نہیں بچایا پھر تم کیسے بچ جاؤ گے؟

﴿قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ ؕ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا﴾

''آپ کہہ دیں جو شخص گمراہی میں ہوتا ہے تو لازم ہے کہ اسے رحمٰن ایک مدت تک مہلت دے،یہاں تک کہ جب وہ اسے دیکھ لیں گے جس کا اُن سے وعدہ کیا جاتا ہے عذاب یا قیامت،تو وہ ضرور جان لیں گے کہ کون ہے جو مقام میں بدتر ہے۔ اور لشکر کے لحاظ سے زیادہ کمزور ہے؟''(75)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال1:﴿قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا﴾ ''آپ کہہ دیں جو شخص گمراہی میں ہوتا ہے تو لازم ہے کہ اسے رحمٰن ایک مدت تک مہلت دے'' اللہ تعالیٰ گمراہوں کو کیسے مہلت دیتے ہیں؟

جواب: (1)﴿قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ﴾ ''آپ کہہ دیں جو شخص گمراہی میں ہوتا ہے'' یعنی ہم میں سے یا تم میں سے جو بھی گمراہی پر ہے یعنی جو حق کے راستے سے ہٹ گیا ہے، جو ایسے راستے پر چل پڑا ہے جو ہدایت کا راستہ نہیں۔ (جامع البیان:136/116)

(2)﴿فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا﴾ ''تو لازم ہے کہ اسے رحمٰن ایک مدت تک مہلت دے'' رب العزت اسے خوب ڈھیل دیتا ہے اور اسے سرکشی میں چھوڑ دیتا ہے۔ آخر کار وہ بھول جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے اور اپنے آپ کو حق پر سمجھتا ہے پھر اسی حال پر اس کا دم نکل جاتا ہے۔ (مختصر ابن کثیر:1145/2)

(3) جو کوئی گمراہی پر راضی ہے اور اس کے لیے کوشش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی گمراہی میں اضافہ فرما دیتا ہے۔ یہ اضافہ اس طرح ممکن ہوتا ہے کہ رب العزت ان کی گمراہی کی محبت اور چاہت میں اضافہ فرما دیتے ہیں اور اس کا سبب یہ ہے کہ وہ ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی اختیار کرتے ہیں۔

(4) اسی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے قرآن مجید میں ایک اور مقام پر رب العزت نے فرمایا:﴿وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَ اَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ اور ہم ان کے دلوں کو اور ان کی نگاہوں کو پھیر دیں گے جیسے پہلی بار وہ اس پر ایمان نہیں لائے تھے اور ہم انہیں چھوڑ دیں گے وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں گے۔ (الانعام:110)

سوال2: اللہ تعالیٰ گمراہوں کو ڈھیل کیوں دیتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ گمراہوں کو امتحان کی وجہ سے ڈھیل دیتے ہیں۔ یہ ڈھیل کسی حق کی بنا پر نہیں دی جاتی۔

سوال3:﴿حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ ؕ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا﴾ ''یہاں تک کہ جب وہ اسے دیکھ لیں گے جس کا اُن سے وعدہ کیا جاتا ہے عذاب یا قیامت تو وہ ضرور جان لیں گے کہ کون ہے جو مقام میں بدتر ہے اور لشکر کے لحاظ سے زیادہ کمزور ہے'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ﴾ ''یہاں تک کہ جب وہ اسے دیکھ لیں گے جس کا اُن سے وعدہ کیا جاتا ہے عذاب یا قیامت'' یعنی قتل، قید یا قیامت کی گھڑی جو اعمال کی جزا سزا کا آغاز ہے۔ وہ ان کو دیکھتے ہیں جن کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

(2)﴿فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا﴾ ''تو وہ ضرور جان لیں گے کہ کون ہے جو مقام میں بدتر ہے اور لشکر کے لحاظ سے زیادہ کمزور ہے'' یعنی اس وقت ان کو اپنے دعوؤں کی حقیقت معلوم ہوگی کہ کس قدر کمزور دعوے تھے۔ اس وقت انہیں یقین ہو جائے گا کہ وہ گمراہ تھے مگر تب علم فائدہ نہیں دے گا کیونکہ دنیا میں واپسی ممکن نہ ہوگی کہ نیک اعمال کر سکیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(3) انسان ڈھیل کی وجہ سے وقتی مہلت کو مستقل حالت سمجھ لیتا ہے۔ اس کا شعور اس وقت تک بیدار نہیں ہوتا جب تک عذاب نہ آ جائے یا قیامت نہ آ جائے یعنی مدت کے خاتمے کا اعلان نہ ہو جائے۔ جس انسان کا شعور دلیل سے بیدار نہیں ہوتا مدت کے خاتمے کا اعلان اس انسان کی سرکشی کو ختم کر دیتا ہے۔ پھر شعور پر پڑے ہوئے دبیز پردے ہٹ جاتے ہیں اور جس چیز کو انسان زندگی میں سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہوتا انجام اُسے سمجھا دیتا ہے۔ پھر اُسے پتہ لگ جاتا ہے کہ کس کا حال خراب ہے اور کس کا جتھا کمزور ہے۔

﴿وَيَزِيۡدُ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اهۡتَدَوۡا هُدًى ‌ؕ وَالۡبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيۡرٌ عِنۡدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيۡرٌ مَّرَدًّا﴾

''اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جنہوں نے ہدایت پائی، ہدایت میں زیادہ کرتا ہے اور باقی رہنے والی نیکیاں ہی آپ کے رب کے نزدیک ثواب اور انجام کے اعتبار سے بہتر ہیں'' (76)

سوال 1: ﴿وَيَزِيۡدُ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اهۡتَدَوۡا هُدًى﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جنہوں نے ہدایت پائی، ہدایت میں زیادہ کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ ہدایت یافتہ لوگوں کی ہدایت میں کیسے اضافہ کرتے ہیں؟

جواب: (1) ﴿وَيَزِيۡدُ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اهۡتَدَوۡا هُدًى﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جنہوں نے ہدایت پائی، ہدایت میں زیادہ کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم اور اپنی رحمت سے ہدایت پر ثبات عطا فرماتے ہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ اپنی توفیق سے ان کی بصیرت اور یقین میں اضافہ فرماتے ہیں۔

(3) (i) ہدایت میں یقین کے اضافے کے ساتھ اضافہ ہوتا ہے۔ (ii) یہ یقین باہر سے اندر اُترتا ہے۔ (iii) یہ یقین ہر صورت حال میں صحیح Reasoning سے انسان کے اندر اُترتا ہے۔ (vi) یقین میں کیفیت کے اعتبار سے اضافہ ہوتا ہے۔ (v) یقین میں زندہ پودے کی طرح اضافہ ہوتا ہے جتنی کھاد ملے، جتنا پانی ملے، جتنی روشنی ملے، جتنی Care ملے ایمان کے پودے میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ جتنا علم ملے، جتنا اللہ تعالیٰ کا کام ملے، جتنا اچھا ماحول ملے، جتنے اچھے ساتھی ملیں جتنے غور و فکر کے مواقع ملیں اتنا ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔ (vi) یقین پتھر کی طرح نہیں ہوتا کہ اس میں اضافہ ہی نہ ہو جہاں ہوا اسی طرح پڑا رہ جائے۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذَا مَاۤ اُنۡزِلَتۡ سُوۡرَةٌ فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّقُوۡلُ اَيُّكُمۡ زَادَتۡهُ هٰذِهٖۤ اِيۡمَانًا ‌ۚ فَاَمَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا فَزَادَتۡهُمۡ اِيۡمَانًا وَّهُمۡ يَسۡتَبۡشِرُوۡنَ﴾ ''اور جب بھی کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ان میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ تم میں سے کس کو ایمان میں اس نے زیادہ کیا؟ چنانچہ جو لوگ ایمان لائے، سو ان کو ایمان میں اس نے زیادہ کیا ہے اور وہ اس سے بہت خوش ہوتے ہیں۔'' (التوبہ:124)

(5) اللہ تعالیٰ ہدایت یافتہ شخص کے علم اور ایمان میں اضافہ فرماتے ہیں۔ اس کے لیے ہدایت کا راستہ آسان فرماتے ہیں اور اس کو ایسے کام انجام دینے کی توفیق عطا فرماتے ہیں جن کے بارے میں وہ گمان بھی نہیں کر سکتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6) اللہ تعالیٰ کے ہدایت میں اضافہ کرنے سے یہ دلیل ملتی ہے کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَيَزۡدَادَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِيۡمَانًا﴾ ''اور وہ لوگ جو ایمان لائے ایمان میں بڑھ جائیں۔'' (المدثر:31)

(7) اور فرمایا: ﴿اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِيۡنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ وَاِذَا تُلِيَتۡ عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتُهٗ زَادَتۡهُمۡ اِيۡمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمۡ يَتَوَكَّلُوۡنَ﴾ ''بلاشبہ مومن وہی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل لرز جاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی آیات اُن کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں وہ اُن کو ایمان میں بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر اعتماد کرتے ہیں۔'' (الانفال:2)

سوال 2: ہدایت کسے کہتے ہیں اور ہدایت یافتہ کون ہوتا ہے؟

جواب: (1) ہدایت سے مراد نفع مند علم اور عمل صالح کی توفیق ہے۔

(2) ہدایت یافتہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے آنے والی وحی کے نفع مند علم میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے اضافہ کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے عمل صالح کرتا رہے۔

(3) ہدایت یافتہ ایسا شخص ہے جس کا ایمانی شعور بے دار ہو جائے اور صحیح رُخ پر کام کرنے لگے۔ (i) وہ شخص جس کے سامنے کوئی صورت حال پیش آئے تو وہ اس بارے میں Reasoning کر کے، خود غور و فکر کر کے اس کو اپنے لیے مفید بنالے۔ (ii) وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی کے مطابق مستقل چل پڑے۔

سوال 3: ﴿وَالۡبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيۡرٌ عِنۡدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيۡرٌ مَّرَدًّا﴾ ''اور باقی رہنے والی نیکیاں ہی آپ کے رب کے نزدیک ثواب اور انجام کے اعتبار سے بہتر ہیں'' آیت کے اس حصے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالۡبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ﴾ ''اور باقی رہنے والی نیکیاں'' یعنی آخرت کے لیے کیے جانے والے سارے اعمال یا پانچ نمازیں یا ﴿سبحان الله، والحمد لله، ولا اله الا الله والله اكبر﴾ (تفسیر الاساس:3301/6)

(2) یعنی باقی رہنے والے وہ اعمال جو کبھی منقطع نہیں ہوتے جبکہ دیگر اعمال منقطع ہو جاتے ہیں اور جو مضمحل نہیں ہوتے، یہ نیک اعمال ہیں مثلاً نماز، زکوۃ، روزہ، حج، عمرہ، قراءت قرآن، تسبیح و تکبیر، تحمید و تہلیل مخلوق کے ساتھ حسن سلوک اور دیگر تمام اعمال قلب اور اعمال بدن وغیرہ۔ پس یہ تمام اعمال، ﴿خَيۡرٌ عِنۡدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيۡرٌ مَّرَدًّا﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں ان اعمال کا بہتر اجر و ثواب ہے، اہل اعمال کے لئے ان اعمال کا فائدہ اور اجر بہت زیادہ ہے۔ یہ اسم تفضیل کو کسی اور جگہ استعمال کرنے کے باب میں ہے کیونکہ وہاں باقیات الصالحات کے سوا کوئی عمل صاحب عمل کو کوئی فائدہ دے گا نہ اس کا ثواب صاحب عمل کے لئے باقی رہے گا۔ یہاں باقیات صالحات کو ذکر کرنے کی مناسبت یہ ہے (واللہ اعلم) چونکہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ ظالم کفار اپنے مال و اولاد اور حسن مقام وغیرہ کے دنیاوی احوال کو اپنے حسن حال کی علامت قرار دیتے ہیں، اس لئے یہاں آگاہ فرمایا کہ معاملہ اس طرح نہیں جس طرح وہ سمجھتے ہیں بلکہ عمل، جو سعادت کا عنوان اور فلاح کا منشور ہے، ان امور کی تعمیل ہے جنہیں اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور ان پر راضی ہے۔ (سعدی:1593،1594/2)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(3) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿خُذُوا جُنَّتَكُمْ . قَالُوا : يَا رَسُولَ اللهِ ، أَمِنْ عَدُوٍّ قَدْ حَضَرَ ؟ ، قَالَ : لَا ، وَلَكِنْ جُنَّتَكُمْ مِنَ النَّارِ ، قَوْلُ سُبْحَانَ اللهِ ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ ، وَاللهُ أَكْبَرُ ، فَإِنَّهُنَّ يَأْتِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُنْجِيَاتٍ ، وَمُعَقِّبَاتٍ ، وَهُنَّ الْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ﴾ اپنی جنت لے لو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: کیا دشمن سے جو پہنچنے والا ہے؟ فرمایا: نہیں۔ بلکہ اپنی جنت آگ سے لے لو۔ یہ کہنا: اللہ تعالیٰ پاک ہے، تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے۔ یقیناً یہ قیامت کے دن نجات دلوانے والے اور پہرہ دینے والے بن کر آئیں گے۔ اور یہی باقی رہنے والی نیکیاں ہیں۔ (مستدرک حاکم: 541/1)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا﴾ ''مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں ہی آپ کے رب کے نزدیک ثواب میں بھی بہتر ہیں، اور اُمید میں بھی زیادہ اچھی ہیں۔'' (الکہف: 46)

(5) مرنے والے کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں، پھر دو چیزیں واپس آجاتی ہیں جبکہ ایک چیز باقی رہ جاتی ہے۔ مرنے والے کے ساتھ اس کے گھر والے اور اس کا مال اور اس کا عمل جاتے ہیں۔ اس کے گھر والے اور اس کا مال تو واپس آجاتے ہیں اور اس کا عمل باقی رہ جاتا ہے۔ (صحیح مسلم: 7424، صحیح بخاری: 6514)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بندہ کہتا ہے میرا مال میرا مال، حالانکہ اس کے مال میں سے اس کی صرف تین چیزیں ہیں: جو کھایا اور ختم کر لیا، جو پہنا اور پرانا کر لیا اور جو اس نے (اللہ تعالیٰ کے راستے میں) دیا اور (یہ آخرت کے لیے جمع کر لیا) اس کے علاوہ تو صرف جانے والا اور لوگوں کے لیے چھوڑنے والا ہے۔'' (صحیح مسلم: 7422)

﴿اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا﴾

''تو کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے ہماری آیات کا انکار کیا اور کہا کہ مجھے تو مال اور اولاد لازماً دیے ہی جاتے رہیں گے؟'' (77)

سوال 1: ﴿اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا﴾ ''تو کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے ہماری آیات کا انکار کیا اور کہا کہ مجھے تو مال اور اولاد لازماً دیے ہی جاتے رہیں گے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا﴾ ''تو کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے ہماری آیات کا انکار کیا'' یعنی جس نے وحی کو جھٹلایا۔ اس نے توحید، بعث، شرک، جزا اور معاصی کے چھوڑنے کو جھٹلایا اور وہ عاص بن وائل سہمی تھا۔ (ایسر التفاسیر: 876)

(2) ﴿وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا﴾ ''اور کہا کہ مجھے تو مال اور اولاد لازماً دیے ہی جاتے رہیں گے'' کیا اس کافر کی حالت پر تعجب

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہوتا جس نے اللہ تعالیٰ کی آیات کے انکار کو اپنے بہت بڑے دعوے کے ساتھ یکجا کر دیا ہے کہ اس کو آخرت میں بھی مال و اولاد سے نوازا جائے گا، یعنی وہ اہل جنت میں سے ہوگا۔ اس کا یہ دعویٰ سب سے زیادہ تعجب انگیز امور میں سے ہے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والا ہوتا اور پھر یہ دعویٰ کرتا تو معاملہ آسان تھا۔ یہ آیت کریمہ اگر چہ کسی معین کافر کے بارے میں نازل ہوئی ہے تاہم یہ ہر کافر کو شامل ہے جو اس زعم میں مبتلا ہے کہ وہ حق پر ہے اور وہ اہل جنت میں سے ہے۔ (سعدی:1594,1595/2)

(3) امام بخاری و مسلم نے سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ میں عاص بن وائل سہمی کے پاس اپنے قرض کی واپسی کے لئے آیا تو عاص کہنے لگا: جب تک تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر نہیں کرے گا تیرے قرض نہ ادا کروں گا۔ خباب رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر تو مر کر دوبارہ زندہ ہو جائے تب بھی کفر نہ کروں گا۔ اس پر عاص نے کہا میں مروں گا پھر زندہ ہوں گا؟ سیدنا خباب رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں۔ تو عاص کہنے لگا: میرے پاس تب ہی آنا۔ میرے پاس اس وقت بھی مال اور اولاد سب کچھ ہوگا تیرا قرض ادا کر دوں گا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ''کیا پھر تو نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے ہماری آیات کا انکار کیا۔'' (ابن عباس:249/2)

سوال 2: انسان اللہ تعالیٰ کی آیات کو ٹھکرا کر آخرت میں انعامات پانے کی باتیں کب کرتا ہے؟

جواب: (1) انسان کے پاس جب دولت اور طاقت آجاتی ہے تو اس کے اندر سرکشی کی ہوا بھر جاتی ہے تب وہ ایسی باتیں کرنے لگتا ہے جو اُسے نہیں کرنی چاہئیں۔ (2) جس انسان کو موت کے بعد کی زندگی پر یقین نہیں ہوتا وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو ٹھکرا کر آخرت میں انعامات پانے کی باتیں کرنے لگ جاتا ہے۔

﴿اَطَّلَعَ الۡغَيۡبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنۡدَ الرَّحۡمٰنِ عَهۡدًا﴾

''کیا اُس نے غیب پر اطلاع پائی ہے یا اُس نے رحمٰن کے نزدیک کوئی عہد لے رکھا ہے''؟ (78)

سوال: ﴿اَطَّلَعَ الۡغَيۡبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنۡدَ الرَّحۡمٰنِ عَهۡدًا﴾ ''کیا اُس نے غیب پر اطلاع پائی ہے یا اُس نے رحمٰن کے نزدیک کوئی عہد لے رکھا ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَطَّلَعَ الۡغَيۡبَ﴾ ''کیا اُس نے غیب پر اطلاع پائی ہے'' یعنی کیا اس نے غیب کے پردے کے پیچھے جھانک کر دیکھ لیا ہے کہ اسے قیامت کے دن مال اور اولاد دیئے جائیں گے۔

(2) ﴿اَمِ اتَّخَذَ عِنۡدَ الرَّحۡمٰنِ عَهۡدًا﴾ ''یا اُس نے رحمٰن کے نزدیک کوئی عہد لے رکھا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اس سے کوئی پکا وعدہ کر رکھا ہے کہ اسے ضرور مال اور اولاد دے گا۔ وہ تو ایسی بات کہتا ہے جس کے بارے میں وہ خود بھی نہیں جانتا۔ مستقبل میں پیش آنے والے حالات کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ رسولوں کو بھی اتنا ہی علم ہوتا ہے جتنی رب انہیں خبر دے دے۔

﴿كَلَّا ؕ سَنَكۡتُبُ مَا يَقُوۡلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الۡعَذَابِ مَدًّا﴾

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

''ہرگز نہیں! جو کچھ وہ کہتا ہے وہ ہم ضرور لکھیں گے اور ہم اس کے عذاب میں اضافہ کریں گے، بہت اضافہ کرنا'' (79)

سوال: ﴿كَلَّا ۚ سَنَكْتُبُ مَا يَقُولُ وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا﴾ ''ہرگز نہیں! جو کچھ وہ کہتا ہے وہ ہم ضرور لکھیں گے اور ہم اس کے عذاب میں اضافہ کریں گے، بہت اضافہ کرنا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كَلَّا﴾ ''ہرگز نہیں!'' یعنی نہ تو اُسے غیب کا علم ہے نہ اُس نے رحمٰن سے کوئی وعدہ لے رکھا ہے۔

(2) ﴿سَنَكْتُبُ مَا يَقُولُ﴾ ''جو کچھ وہ کہتا ہے وہ ہم ضرور لکھیں گے'' یعنی اس کے جھوٹ اور افتراء پردازی کو رب العزت نے محفوظ کرلیا ہے۔ اسی کی بنا پر اسے عذاب ملے گا۔

(3) ﴿وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا﴾ ''اور ہم اس کے عذاب میں اضافہ کریں گے، بہت اضافہ کرنا'' یعنی جیسے وہ گمراہی میں بڑھتا گیا ہے قیامت کے دن اس کے عذاب کو بھی اسی طرح بڑھایا جائے گا۔

(4) یہ استدراج ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾ ''ہم اُنہیں اسی لئے مہلت دے رہے ہیں تاکہ وہ گناہ میں اور زیادہ بڑھ جائیں اور اُن کے لئے رُسوا کن عذاب ہے۔'' (آل عمران: 178)

﴿وَنَرِثُهُ مَا يَقُولُ وَيَأْتِينَا فَرْدًا﴾

''اور جو کچھ وہ کہہ رہا ہے ہم اُس کے وارث ہوں گے اور وہ ہمارے پاس اکیلا آئے گا'' (80)

سوال: ﴿وَنَرِثُهُ مَا يَقُولُ وَيَأْتِينَا فَرْدًا﴾ ''اور جو کچھ وہ کہہ رہا ہے ہم اُس کے وارث ہوں گے اور وہ ہمارے پاس اکیلا آئے گا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَنَرِثُهُ مَا يَقُولُ﴾ ''اور جو کچھ وہ کہہ رہا ہے ہم اُس کے وارث ہوں گے'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم اُن سے مال اور اولاد تو ایسے لے لیں گے جیسے وارث اپنا ورثہ لیتا ہے۔ (2) وہ تو اپنے مال اور اولاد کے بغیر آخرت میں منتقل ہوگا۔

(3) ﴿وَيَأْتِينَا فَرْدًا﴾ ''اور وہ ہمارے پاس اکیلا آئے گا'' یعنی وہ اکیلا ہمارے سامنے حاضر ہوگا۔ اس کے پاس نہ مال ہوگا اور نہ اولاد۔ وہ بے بس ہوگا۔ اپنے جھٹلانے، مذاق اُڑانے اور تکبر کرنے کے جرائم کے ساتھ ہوگا۔

(4) یعنی آخرت میں اس کے پاس کچھ نہیں ہوگا اور وہ بدترین عذاب کا سامنا کرے گا۔

﴿وَاتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لِّيَكُونُوا لَهُمْ عِزًّا﴾

''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنائے ہیں تاکہ وہ اُن کے لیے باعث عزت ہوں'' (81)

سوال: ﴿وَاتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لِّيَكُونُوا لَهُمْ عِزًّا﴾ ''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنائے ہیں تاکہ وہ اُن کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیے باعث عزت ہوں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً﴾ ''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنائے ہیں''یعنی مشرکوں نے جھوٹے معبود بنائے ہیں جن کی وہ عبادت کرتے ہیں۔

(2) ﴿لِّيَكُوۡنُوۡا لَهُمۡ عِزًّا﴾ ''تا کہ وہ اُن کے لیے باعث عزت ہوں'' تا کہ ان بتوں کی وجہ سے انہیں عزت اور مدد ملے۔

(3) (i) شرک اس وجہ سے ہوتا ہے کہ لوگ چاہتے ہیں کہ کچھ ہستیاں جو اللہ تعالیٰ کی محبوب ہوں وہ انسان کی سفارش کر دیں۔ (ii) لوگ شرک اس لیے کرتے ہیں کہ شرکاء سے غلبہ اور مدد مل جائے۔

(4) ان کی یہ حسرت دل ہی میں رہ جائے گی اور ان کے خواب پورے نہ ہوں گے کیونکہ یہ معبود ان کی ہی عبادت کا انکار کریں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَنۡ اَضَلُّ مِمَّنۡ يَّدۡعُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَنۡ لَّا يَسۡتَجِيۡبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ وَهُمۡ عَنۡ دُعَآئِهِمۡ غٰفِلُوۡنَ ﴿۵﴾ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوۡا لَهُمۡ اَعۡدَآءً وَّكَانُوۡا بِعِبَادَتِهِمۡ كٰفِرِيۡنَ ﴿۶﴾﴾ ''اور اُس سے بڑا گمراہ کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے سوا اُنہیں پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک اُسے کوئی جواب نہیں دے سکتے؟ حالانکہ وہ اُن کی دُعا ہی سے غافل ہیں۔ اور جب تمام انسان جمع کر دیے جائیں گے تو وہ اُن کے دُشمن ہو جائیں گے اور اُن کی عبادت کا انکار کرنے والے ہوں گے۔'' (الاحقاف: 5,6)

﴿كَلَّا ؕ سَيَكۡفُرُوۡنَ بِعِبَادَتِهِمۡ وَيَكُوۡنُوۡنَ عَلَيۡهِمۡ ضِدًّا﴾

''ہرگز نہیں! جلد ہی وہ ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور اِن کے خلاف مدمقابل ہو جائیں گے'' (82)

سوال: ﴿كَلَّا ؕ سَيَكۡفُرُوۡنَ بِعِبَادَتِهِمۡ وَيَكُوۡنُوۡنَ عَلَيۡهِمۡ ضِدًّا﴾ ''ہرگز نہیں! جلد ہی وہ ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور اِن کے خلاف مدمقابل ہو جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كَلَّا﴾ ''ہرگز نہیں''یعنی معاملہ وہ نہیں ہوگا جو انہوں نے گمان کیا ہے جس کی انہوں نے امید رکھی ہے۔

(2) ﴿سَيَكۡفُرُوۡنَ بِعِبَادَتِهِمۡ﴾ ''جلد ہی وہ ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے''یعنی قیامت کے دن جھوٹے معبود اپنے پجاریوں کی عبادت کا انکار کر دیں گے۔

(3) ﴿وَيَكُوۡنُوۡنَ عَلَيۡهِمۡ ضِدًّا﴾ ''اور اِن کے خلاف مدمقابل ہو جائیں گے'' جھوٹے معبود قیامت کے دن اُلٹا مخالف بن جائیں گے۔ وہ دنیا میں اپنی عبادت کرنے والے انسانوں کے خلاف گواہی دیں گے، اُن کو جھٹلائیں گے اور اُن کے خلاف ہو جائیں گے۔

رکوع نمبر 6

﴿اَلَمۡ تَرَ اَنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا الشَّيٰطِيۡنَ عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ تَؤُزُّهُمۡ اَزًّا﴾

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

''کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ یقیناً ہم نے کافروں پر شیاطین بھیج دیے ہیں جو انہیں اُبھار رہے ہیں، خوب اُبھارنا'' (83)

سوال: ﴿اَلَمۡ تَرَ اَنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا الشَّیٰطِیۡنَ عَلَی الۡکٰفِرِیۡنَ تَؤُزُّهُمۡ اَزًّا﴾ ''کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ یقیناً ہم نے کافروں پر شیاطین بھیج دیے ہیں جو انہیں اُبھار رہے ہیں، خوب اُبھارنا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَمۡ تَرَ اَنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا الشَّیٰطِیۡنَ عَلَی الۡکٰفِرِیۡنَ﴾ ''کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ یقیناً ہم نے کافروں پر شیاطین بھیج دیے ہیں'' یہ کافروں کی سزا ہے۔ کافر جب اللہ تعالیٰ کی بات کا انکار کرتے ہیں تو شیطان کی آمد کا راستہ کھل جاتا ہے۔

(2) ﴿تَؤُزُّهُمۡ اَزًّا﴾ ''جو انہیں اُبھار رہے ہیں، خوب اُبھارنا'' یعنی شیاطین شہوات اور معاصی پر خوب ابھارتے ہیں۔ اس کے بعد شیاطین انسان کو اکساتے ہیں اور گمراہ کرتے ہیں۔ انسان کا ذہن الٹ جاتا ہے تو اسے ہر دلیل الٹی نظر آتی ہے۔ یوں انسان کی سرکشی میں اضافہ ہوتا ہے اور شیاطین نافرمانی کی طرف کھینچ کر لے جاتے ہیں۔

(3) اللہ تعالیٰ کے ذکر کو چھوڑنے والوں پر بھی اللہ تعالیٰ شیاطین مسلط کر دیتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنۡ یَّعۡشُ عَنۡ ذِکۡرِ الرَّحۡمٰنِ نُقَیِّضۡ لَهٗ شَیۡطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِیۡنٌ﴾ ''اور جو شخص رحمان کے ذکر سے اندھا بن جاتا ہے، ہم اُس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں۔ چنانچہ وہی اُس کا ساتھی بن جاتا ہے۔'' (الزخرف:36)

(4) یہ کفار کی سزا ہے۔ اس لیے کہ جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکموں کو نہیں مانا اور نہ اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑا بلکہ اس کے برعکس انہوں نے شرک کا ارتکاب کیا اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں یعنی شیاطین کے ساتھ موالات رکھی، تو اللہ تعالیٰ نے شیاطین کو ان پر مسلط کر دیا اور شیاطین نے ان کو ورغلا کر گناہوں پر آمادہ کرنا شروع کر دیا۔ وہ انہیں کفر کی ترغیب دیتے ہیں، انہیں وسوسوں میں مبتلا کرتے ہیں، ان پر القاء کرتے ہیں اور ان کے سامنے باطل کو مزین کر کے اور حق کو بدنما بنا کر پیش کرتے ہیں۔ پس باطل کی محبت ان کے دلوں میں داخل ہو کر جاگزیں ہو جاتی ہے۔ وہ باطل کی خاطر اسی طرح کوشش کرتے ہیں جس طرح حق پرست حق کے لئے جدوجہد کرتے ہیں، وہ اپنی کوشش اور سعی سے باطل کی مدد کرتے ہیں اور باطل کے راستے میں حق کے خلاف جدوجہد کرتے ہیں اور یہ سب کچھ اس بات کی سزا ہے کہ انہوں نے اپنے حقیقی دوست اور سرپرست سے منہ موڑ کر اپنے دشمن کو دوست بنا لیا اور اپنے آپ کو اس کے تسلط میں دے دیا۔ ورنہ اگر وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آتے اور اس پر بھروسہ کرتے تو شیطان ان پر کبھی تسلط قائم نہ کر سکتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّهٗ لَیۡسَ لَهٗ سُلۡطٰنٌ عَلَی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَلٰی رَبِّهِمۡ یَتَوَکَّلُوۡنَ ﴿۹۹﴾ اِنَّمَا سُلۡطٰنُهٗ عَلَی الَّذِیۡنَ یَتَوَلَّوۡنَهٗ وَالَّذِیۡنَ هُمۡ بِهٖ مُشۡرِکُوۡنَ ﴿۱۰۰﴾﴾ ''ان لوگوں پر یقیناً اس کا کوئی غلبہ نہیں جو ایمان لائے اور جو اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اس کا زور تو صرف ان ہی پر چلتا ہے جو اس سے دوستی رکھتے ہیں اور جو اس (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ شریک کرنے والے ہیں۔'' (النحل:99,100) (سعدی:1596/2)

(5) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''قیامت کے روز سب سے پہلے ابلیس کو آگ کا لباس پہنایا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جائے گا۔وہ اسے اپنی پیشانی پر رکھ کر پیچھے سے گھسیٹتا پھرے گا۔اس کی اولاد یعنی اس کے پیروکار اس کے پیچھے پیچھے ہوں گے،ابلیس اپنی موت اور ہلاکت کو پکارتا پھر رہا ہو گا اس کے پیروکار بھی کہیں گے ہائے موت!اس وقت ان سے کہا جائے گا:''آج ایک موت کو نہیں،بہت سی موتوں کو پکارو''(فرقان:14)(ابن کثیر:415/3)

﴿فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا﴾

''چنانچہ آپ ان پر جلدی نہ کریں یقیناً ہم اُن کے لیے دن شمار کر رہے ہیں،اچھی طرح شمار کرنا''(84)

سوال:﴿فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا﴾''چنانچہ آپ ان پر جلدی نہ کریں یقیناً ہم اُن کے لیے دن شمار کر رہے ہیں،اچھی طرح شمار کرنا''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ﴾''چنانچہ آپ ان پر جلدی نہ کریں''یعنی آپ ان کافروں کے بارے میں جلدی نہ کریں جو عذاب کے لیے جلدی مچاتے ہیں۔

(2)﴿إِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا﴾''یقیناً ہم اُن کے لیے دن شمار کر رہے ہیں،اچھی طرح شمار کرنا''یعنی اس کے لئے دن مقرر کر دیئے گئے ہیں جن میں کوئی تقدیم ہوگی نہ تاخیر۔ہم انہیں کچھ مدت کے لئے مہلت دے کر بردباری سے کام لے رہے ہیں تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں۔جب اس مہلت کا کوئی فائدہ نہ ہوا تو ہم اسے ایک غالب اور مقتدر ہستی کی طرح اپنی گرفت میں لے لیں گے۔(سعدی:1596/2)

(3)رب العزت کا فرمان ہے:﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۚ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْأَبْصَارُ﴾''اور آپ اللہ تعالیٰ کو ہر گز غافل خیال نہ کریں اس سے جو ظالم کرتے ہیں بلا شبہ اللہ تعالیٰ انہیں اس دن کے لیے ڈھیل دے رہا ہے جس میں نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔''(ابراہیم:42)

(4)اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے اعمال لکھوانے کے لیے فرشتے مقرر کیے ہوئے ہیں جیسا کہ اس نے فرمایا:﴿إِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ﴾''مگر ہر جان کے اوپر ایک محافظ ہے۔''(الطارق:4)

(5)اس کے مقابلے میں جب انسان کو یہ شعوری طور پر محسوس ہونے لگتا ہے کہ کوئی اُس کے اعمال کی نگرانی کر رہا ہے اور اس کی غلطیاں ریکارڈ ہو رہی ہیں تو اسے ہر وقت خوف لاحق رہتا ہے۔یوں اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے کا امکان پیدا ہو جاتا ہے۔

﴿يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ إِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا﴾

''جس دن ہم متقیوں کو مہمان بنا کر رحمٰن کی طرف جمع کریں گے''(85)

سوال:﴿يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ إِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا﴾''جس دن ہم متقیوں کو مہمان بنا کر رحمٰن کی طرف جمع کریں گے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جواب: (1)﴿يَوۡمَ نَحۡشُرُ الۡمُتَّقِيۡنَ اِلَى الرَّحۡمٰنِ وَفۡدًا﴾ ''جس دن ہم متقیوں کو مہمان بنا کر رحمٰن کی طرف جمع کریں گے'' متقی اہل ایمان جو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرتے ہیں، جو اس سے محبت رکھتے ہیں، جو اس کی خشیت رکھتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے اس کے نواہی سے رکتے ہیں ان کی جزا کا بیان ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ کا ڈر انسان کے لیے نہایت مفید ہے۔(i) اللہ تعالیٰ کا ڈر انسان کے ذہن سے ہر ہستی کے خوف کو نکال دیتا ہے۔(ii) اللہ تعالیٰ کا ڈر انسان کو بُرائیوں اور رب کی نافرمانیوں سے بچا لیتا ہے۔(iii) اللہ تعالیٰ کا ڈر انسان کو رب کا پسندیدہ بنا دیتا ہے۔(iv) ایسے ہی لوگ رب کے مہمان بن جاتے ہیں۔(v) اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کو قیامت کے روز مہمان کی صورت ہی لے جایا جائے گا۔

(3) اللہ تبارک وتعالیٰ دونوں گروہوں، یعنی متقین و مجرمین کے درمیان تفاوت بیان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ متقین کو، ان کے شرک و بدعات اور دیگر گناہوں سے بچنے کے سبب سے، قیامت کے روز، اکرام و تعظیم کے ساتھ اکٹھا کرے گا اور وہ وفود کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ ان کی منزل اور ان کا مطلوب و مقصود رحمٰن و منّان ہوگا اور یہ ضروری ہے کہ آنے والے کا دل امید سے لبریز ہو اور جس کے پاس آیا ہے اس پر حسن ظن ہو۔ پس اہل تقویٰ، اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بے پایاں احسان کی امید رکھتے ہوئے اور اس کی رضا کے گھر میں اس کی نوازشوں سے فیض یاب ہوتے ہوئے، اس کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور اس کا سبب ان کے وہ نیک اعمال ہوں گے جو انہوں نے آگے بھیجے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی اتباع کی اور بے شک اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے انبیاء و رسل کی زبان پر ان کے لئے اس ثواب کا عہد کر رکھا ہے۔ پس وہ نہایت اطمینان کے ساتھ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہوئے اس کی طرف رواں دواں ہوں گے۔ (سعدی:1597/2)

(4) متقین کے بہترین انجام کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ لِلۡمُتَّقِيۡنَ مَفَازًا ﴿٣١﴾ حَدَآئِقَ وَاَعۡنَابًا ﴿٣٢﴾ وَّكَوَاعِبَ اَتۡرَابًا ﴿٣٣﴾ وَّكَاۡسًا دِهَاقًا ﴿٣٤﴾ لَا يَسۡمَعُوۡنَ فِيۡهَا لَغۡوًا وَّلَا كِذّٰبًا ﴿٣٥﴾ جَزَآءً مِّنۡ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿٣٦﴾﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ سے ڈر جانے والوں کے لیے کامیابی کا ایک مقام ہے۔ باغات اور انگور ہیں۔ اور نوخیز ہم عمر لڑکیاں ہیں۔ اور چھلکتے ہوئے جام ہیں۔ اُس میں نہ وہ کوئی لغو سنیں گے اور نہ کوئی جھوٹ۔ تیرے رب کی جناب سے یہ بدلہ ہے جو کافی انعام ہے۔'' (النبا:31،36)

﴿وَّنَسُوۡقُ الۡمُجۡرِمِيۡنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرۡدًا﴾

''اور ہم مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسا ہانکیں گے'' (86)

سوال: ﴿وَّنَسُوۡقُ الۡمُجۡرِمِيۡنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرۡدًا﴾ ''اور ہم مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسا ہانکیں گے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَّنَسُوۡقُ الۡمُجۡرِمِيۡنَ﴾ ''اور ہم مجرموں کو ہانکیں گے'' یعنی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا انکار کیا، جنہوں نے شرک اور نافرمانی کے کام کیے۔(2)﴿اِلٰى جَهَنَّمَ وِرۡدًا﴾ ''جہنم کی طرف پیاسا'' انہیں پیاسا جہنم کی طرف ہانکا جائے گا۔

(3) رہے مجرم، تو ان کو پیاسا ہی جہنم کی طرف ہانکا جائے گا اور یہ ان کی بدترین حالت ہوگی کہ ان کو انتہائی ذلت و رسوائی کے ساتھ سب سے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بڑے قید خانے اور بدترین عذاب میں، یعنی جہنم میں دھکیل دیا جائے گا۔ وہ تھکے ماندے، سخت پیاسے ہوں گے، وہ مدد کے لئے پکاریں گے مگر ان کی مدد کی نہ جائے گی، وہ دعائیں کریں گے مگر ان کی دعائیں قبول نہ ہوں گی اور وہ سفارش تلاش کریں گے مگر ان کی سفارش نہ کی جائے گی۔ (سعدی:1597/2)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ (۵۱) لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ (۵۲) فَمَالِــُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ (۵۳) فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ (۵۴) فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ (۵۵) هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ (۵۶)﴾ ''پھر بلاشبہ تم ہی اے گمراہو! جھٹلانے والو! یقیناً تھوہر کا درخت کھانے والے ہو۔ پھر اسی سے پیٹ بھرنے والے ہو۔ پھر اس پر کھولتے ہوئے پانی سے پینے والے ہو۔ پھر پیاس کی بیماری والے اونٹ کی طرح پینے والے ہو۔ یہی ہے اُن کی مہمانی بدلے کے دن۔'' (الواقعہ:51,56)

(5) ﴿هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ (۴۳) يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ (۴۴) فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (۴۵)﴾ ''یہ وہی جہنم ہے جس کو مجرم لوگ جھٹلایا کرتے تھے۔ اُس کے اور کھولتے گرم پانی کے درمیان میں وہ چکر کھاتے رہیں گے۔ پس اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' (الرحمٰن:43,45)

﴿لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا﴾

''اُنہیں کسی سفارش کا اختیار نہیں ہوگا مگر جنہوں نے رحمٰن سے کوئی عہد لے رکھا ہے'' (87)

سوال 1: ﴿لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا﴾ ''اُنہیں کسی سفارش کا اختیار نہیں ہوگا مگر جنہوں نے رحمٰن سے کوئی عہد لے رکھا ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ﴾ ''اُنہیں کسی سفارش کا اختیار نہیں ہوگا'' یعنی وہ سفارش کے مالک نہیں ہوں گے، نہ ہی انہیں سفارش کا کوئی اختیار ہوگا کیونکہ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا﴾ ''آپ کہہ دیں کہ سفارش ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔'' (الزمر:44)

(2) ﴿اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا﴾ ''مگر جنہوں نے رحمٰن سے کوئی عہد لے رکھا ہے'' سفارش کرنے والوں کی سفارش ان ہی کے کام آئے گی جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان کے ذریعے اور اس کی اطاعت کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے عہد لیا۔ پھر وہ ان لوگوں میں شامل ہوگا جن سے رحمٰن راضی ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ (۲۸)﴾ ''وہ جانتا ہے جو اُن کے سامنے ہے اور جو اُن کے پیچھے ہے اور وہ سفارش نہیں کرتے مگر اس کے لیے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرے اور وہ اس کے خوف سے ڈرنے والے ہیں۔'' (الانبیاء:28)

سوال 2: رحمٰن کے عہد سے کیا مراد ہے؟

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1) رحمٰن کے عہد سے مراد ایمان اور رسولوں کی اتباع ہے۔ رحمٰن کے عہد میں بندھے ہوئے لوگوں کو ہی جزا ملے گی۔

(2) عہد کا مطلب ایمان اور تقویٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں سفارش کی اجازت اہل ایمان اور اہل تقویٰ کو ہوگی۔

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی کے لئے ایک دعا ہوتی ہے جو ضرور قبول کی جاتی ہے تو ہر نبی نے جلدی کی کہ اپنی اس دعا کو (دنیا ہی میں) مانگ لیا ہے اور میں نے اپنی دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے سنبھال رکھا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو میری شفاعت میری امت کے ہر اس آدمی کے لیے ہوگی جو اس حال میں مرگیا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو۔ (صحیح مسلم:491)

﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا﴾

''اور اُنہوں نے کہا کہ رحمٰن نے کسی کو بیٹا بنایا ہے'' (88)

سوال1:﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا﴾ ''اور اُنہوں نے کہا کہ رحمٰن نے کسی کو بیٹا بنایا ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا﴾ ''اور اُنہوں نے کہا کہ رحمٰن نے کسی کو بیٹا بنایا ہے'' یعنی عیسائی کہتے ہیں کہ رحمٰن نے اپنا بیٹا بنا لیا ہے۔ وہ کہتے ہیں:﴿الْمَسِيحُ ابْنُ اللّٰهِ﴾ ''مسیح اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے۔'' (التوبہ:30)

(2) اور یہودی کہتے ہیں:﴿عُزَيْرٌ ابْنُ اللّٰهِ﴾ ''عزیر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے۔'' (التوبہ:30)

(3) اور مشرکین کہتے ہیں فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ (4) اللہ تعالیٰ پاک ہے اور ان کی باتوں سے بہت بلند اور بڑا ہے۔

سوال2: لوگ کیوں رحمان کے لئے بیٹا تجویز کرتے ہیں؟

جواب:(1) جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جیسے ہمیں مددگاروں کی ضرورت ہے ایسے ہی ربّ کو بھی ضرورت ہے تو وہ ربّ کے لیے بیٹا تلاش کرتے ہیں۔

(2) جو لوگ خود بیٹوں کی تمنا رکھتے ہیں وہ بھی یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو بھی بیٹوں کی تمنا ہے۔

﴿لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا﴾

''بلاشبہ تم یقیناً بڑی بھاری بات کو آئے ہو'' (89)

سوال:﴿لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا﴾ ''بلاشبہ تم یقیناً بڑی بھاری بات کو آئے ہو'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا﴾ ''بلاشبہ تم یقیناً بڑی بھاری بات کو آئے ہو'' (i) اللہ تعالیٰ نے شرک کو من گھڑت، بے بنیاد اور بے ہودہ قرار دیا ہے۔ (ii) اللہ تعالیٰ کو مخلوق جیسا سمجھنا ہی سخت بے ہودہ ہے۔ کیسے ممکن ہے کہ جس نے پوری کائنات تخلیق کی ہو اُسے کوئی کمی لاحق ہو جائے اور پھر وہ اولاد کی تمنا کرنے لگے یا اولاد بنا لے؟

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ ابن آدم نے مجھے جھٹلایا حالانکہ یہ اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیے مناسب نہ تھا۔اس نے مجھے گالی دی حالانکہ یہ اس کا حق نہیں تھا۔ مجھے جھٹلانا یہ ہے کہ کہتا ہے کہ میں اسے دوبارہ زندہ نہیں کرسکتا حالانکہ میں نے اسے پہلی دفعہ پیدا کیا تھا۔اس کا گالی دینا یہ ہے کہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ نے بیٹا بنالیا ہے حالانکہ میں بے پرواہ ہوں، میرے ہاں نہ کوئی اولاد ہے نہ میں کسی کی اولاد اور نہ کوئی میرے برابر کا ہے۔(صحیح بخاری:4975)

(3) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کون سا گناہ اللہ تعالیٰ کے یہاں سب سے بڑا ہے؟ فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہراؤ حالانکہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ میں نے کہا: یہ تو بہت بڑی بات ہے۔ میں نے کہا: پھر کون سا؟ فرمایا: یہ کہ تم اپنے بچے کو اس خطرہ کی وجہ سے قتل کردو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گا۔ میں نے عرض کیا: پھر کون سا؟ فرمایا یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔(صحیح بخاری:7520)

﴿تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا﴾

''قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہوجائے اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہوکر گر پڑیں''(90)

سوال:﴿تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا﴾ ''قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہوجائے اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہوکر گر پڑیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ﴾ ''قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ جائیں'' یعنی ان کے بے ہودہ قول سے قریب ہے کہ آسمان اتنا عظیم ہونے کے باوجود پھٹ جائے۔

(2)﴿وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ﴾ ''اور زمین شق ہوجائے'' اور زمین پھٹ کر ریزہ ریزہ ہوجائے۔

(3)﴿وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا﴾ ''اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہوکر گر پڑیں'' اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہوکر برابر ہوجائیں۔

(4) انسان نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے اس بات پر کائنات میں زلزلہ آیا ہوا ہے۔اس زلزلے سے آسمان پھٹ سکتے ہیں، پہاڑ ریزہ ریزہ ہوسکتے ہیں۔کائنات کی ہر چیز کے ردِّعمل سے شرک کی بنیاد ہی ہل گئی ہے۔

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''بلاشبہ یقیناً اُن لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تین میں سے تیسرا ہے حالانکہ اس ایک ہی معبود کے سوا اور کوئی معبود نہیں، اور اگر وہ اس بات سے باز نہ آئے جو وہ کہتے ہیں تو ان لوگوں میں سے جنہوں نے کفر کیا ہے انہیں ضرور بہ ضرور دردناک عذاب پہنچے گا۔''(المائدہ:73)

(6) رب العزت نے فرمایا:﴿اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''تو کیا وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ نہیں کریں گے اور وہ اس سے بخشش نہیں مانگیں گے؟ اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''(المائدہ:74)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا﴾

''کہ انہوں نے رحمٰن کے لیے کسی اولاد کا دعویٰ کیا ہے''(91)

سوال:﴿اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا﴾ ''کہ انہوں نے رحمٰن کے لیے کسی اولاد کا دعویٰ کیا ہے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا﴾ ''کہ انہوں نے رحمٰن کے لیے کسی اولاد کا دعویٰ کیا ہے''لوگوں نے اپنے شعور کے نقص کی وجہ سے رحمٰن کے لیے انسان اور دوسری مخلوقات کی طرح اولاد ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

﴿وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا﴾

''حالانکہ رحمٰن کے لائق نہیں کہ وہ کسی کو اولاد بنائے''(92)

سوال:﴿وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا﴾ ''حالانکہ رحمٰن کے لائق نہیں کہ وہ کسی کو اولاد بنائے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا﴾ ''حالانکہ رحمٰن کے لائق نہیں کہ وہ کسی کو اولاد بنائے''رحمٰن کے لائق نہیں اور نہ یہ ہوسکتا ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو۔

(2)اولاد بنانا نقص کی دلیل ہے جب کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔مخلوق میں اس کے مثل کوئی نہیں۔ساری مخلوق اس کی غلام ہے۔

(3)رب العزت کا فرمان ہے:﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (۱) اَللّٰهُ الصَّمَدُ (۲) لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ (۳) وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ (۴)﴾ ''آپ کہہ دیجیے وہ اللہ ایک ہی ہے۔اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔نہ اُس نے کسی کو جنا نہ وہ کسی سے جنا گیا۔اور نہ کبھی کوئی ایک اُس کے برابر کا ہے۔''

(اخلاص:1،4)

﴿اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا﴾

''آسمان اور زمین میں جو کوئی بھی ہے،رحمٰن کے پاس غلام بن کر ہی آنے والا ہے''(93)

سوال:﴿اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا﴾ ''آسمان اور زمین میں جو کوئی بھی ہے،رحمٰن کے پاس غلام بن کر ہی آنے والا ہے''اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا﴾ ''آسمان اور زمین میں جو کوئی بھی ہے،رحمٰن کے پاس غلام بن کر ہی آنے والا ہے''زمین وآسمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے حضور بندوں کی حیثیت میں حاضر ہونے والی ہے۔

(2)زمین وآسمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتی ہے اور اسی کے آگے جھکتی ہے۔

(3)قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اکٹھا کر کے اپنے سامنے حاضر کریں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِيْٓ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اِسْرَآءِيْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا﴾ ''اوراس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے کہا کہ تم اس زمین میں رہو پھر جب آخرت کا وعدہ آجائے گا تو ہم تم سب کو اکٹھا کر کے لائیں گے۔'' (بنی اسرائیل:104)

﴿لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا﴾

''بلاشبہ یقیناً اُس نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے اور اُس نے ان سب کو خوب اچھی طرح شمار کر کے گن رکھا ہے''(94)

سوال:﴿لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا﴾ ''بلاشبہ یقیناً اُس نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے اور اُس نے ان سب کو خوب اچھی طرح شمار کر کے گن رکھا ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا﴾ ''بلاشبہ یقیناً اُس نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے اور اُس نے ان سب کو خوب اچھی طرح شمار کر کے گن رکھا ہے'' اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ ہر کو چیز اس نے گن رکھا ہے۔ نہ کوئی اس سے بھاگ سکتا ہے، نہ کوئی اس کے قابو سے باہر نکل سکتا ہے، نہ وہ کسی کو بھول سکتا ہے۔ اس نے ہر چیز کو گھیرے میں لے رکھا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سے ان کو اور ان کے اعمال کو شمار کر رکھا ہے، نہ وہ بھولتا ہے اور نہ اس سے کچھ بھی چھپا ہوا ہے۔

﴿وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا﴾

''اور اُن میں سے ہر ایک قیامت کے دن اس کے پاس اکیلا آنے والا ہے''(95)

سوال:﴿وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا﴾ ''اور اُن میں سے ہر ایک قیامت کے دن اس کے پاس اکیلا آنے والا ہے'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا﴾ ''اور اُن میں سے ہر ایک قیامت کے دن اس کے پاس اکیلا آنے والا ہے'' ہر ایک قیامت کے دن فرداً فرداً اللہ تعالیٰ کے آگے حاضر ہوگا اور کسی کا اس کے سوا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

(2) یعنی کسی کے ساتھ نہ اس کا مال ہوگا نہ مددگار صرف اس کے عمل ہی اس کے ساتھ ہوں گے جن کا اللہ تعالیٰ پورا پورا بدلہ دے گا۔

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ۭ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ تم ہمارے پاس یقیناً اکیلے آ گئے ہو جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور جو بھی ہم نے تمہیں دیا تھا تم اپنی پشتوں کے پیچھے چھوڑ آئے ہو اور ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشیوں کو بھی نہیں دیکھتے جن کے متعلق تمہارا گمان تھا کہ یقیناً وہ تمہارا کام بنانے میں حصہ دار ہیں بلاشبہ تمہارا رشتہ یقیناً ٹوٹ گیا اور تم سے وہ سب گم ہو گئے جن کو تم گمان کیا کرتے تھے۔'' (الانعام:94)

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''یقیناً جولوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں جلد ہی رحمٰن اُن کے لیے محبت پیدا کردے گا'' (96)

سوال: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا﴾ ''یقیناً جولوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں جلد ہی رحمٰن اُن کے لیے محبت پیدا کردے گا'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''یقیناً جولوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں'' یعنی جولوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، جنہوں نے اس کی اطاعت کی اور فرائض اور نوافل ادا کیے۔

(2) ﴿سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا﴾ ''جلد ہی رحمٰن اُن کے لیے محبت پیدا کردے گا'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے ان بندوں پر انعام ہے جنہوں نے ایمان و عمل صالح کو جمع کیا کہ وہ ان کے لئے اپنے اولیاء اور زمین و آسمان کے رہنے والوں کے دلوں میں محبت اور مودت ڈال دیتا ہے۔ جب ان کے بارے میں دلوں میں محبت ہوجاتی ہے تو ان کے اکثر معاملات ان کے لیے آسان ہوجاتے ہیں اور ان کو بھلائی، دعائیں، راہنمائی اور امامت حاصل ہوجاتی ہے۔ (سعدی: 1599/2)

(3) دُنیا میں اہل ایمان کی نیکی اور پرہیزگاری کی وجہ سے ان کی محبت لوگوں کے دلوں میں پیدا کردی جاتی ہے۔

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل علیہ السلام کو آواز دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو۔ جبریل علیہ السلام بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر وہ تمام آسمان والوں میں آواز دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندہ سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو۔ پھر تمام آسمان والے محبت کرنے لگتے ہیں۔ اس کے بعد وہ زمین میں بھی اللہ تعالیٰ کے بندوں کا مقبول اور محبوب بن جاتا ہے۔ (صحیح بخاری: 6040)

(5) سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: بندہ جو بھلائی برائی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اس کی چادر اوڑھا دیتا ہے۔ سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے ارادہ کیا کہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کروں گا کہ تمام لوگوں میں میری نیکی کی شہرت ہوجائے۔ اب وہ عبادت الٰہی کی طرف جھک پڑا۔ جب دیکھو نماز کے لیے مسجد میں سب سے اول آئے اور سب کے بعد جائے اسی طرح سات ماہ اسے گزر گئے لیکن اس نے جب بھی سنا یہی سنا کہ لوگ اسے ریاکار کہتے ہیں۔ اس نے یہ حالت دیکھ کر اب اپنے جی میں عہد کرلیا کہ میں صرف اللہ کی خوشنودی کے لئے عمل کروں گا کسی عمل میں تو نہ بڑھا لیکن خلوص کے ساتھ اعمال شروع کردیئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی دنوں میں ہر شخص کی زبان سے نکلنے لگا کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص پر رحم فرمائے اب تو وہ واقعی اللہ والا بن گیا ہے۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ (ابن کثیر: 342)

﴿فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا﴾

''سو یقیناً ہم نے اس (قرآن) کو آپ کی زبان پر آسان کردیا ہے تا کہ آپ اس کے ساتھ پرہیزگاروں کو خوش خبری سنائیں اور ان لوگوں کو اُس کے ساتھ ڈرائیں جو سخت جھگڑالو ہیں'' (97)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال:﴿فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِیْنَ وَ تُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا﴾ ''سو یقیناً ہم نے اس (قرآن) کو آپ کی زبان پر آسان کر دیا ہے تا کہ آپ اس کے ساتھ پرہیز گاروں کو خوش خبری سنائیں اور ان لوگوں کو اُس کے ساتھ ڈرائیں جو سخت جھگڑالو ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ﴾ ''سو یقیناً ہم نے اس (قرآن) کو آپ کی زبان پر آسان کر دیا ہے'' اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی نعمت کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کی زبان اقدس پر اس قرآن کریم کو آسان کیا۔ اس کے الفاظ ومعانی کو عام فہم بنایا تا کہ مقصد حاصل ہو اور اس سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔ (سعدی:1600/2)

(2) قرآن کو آسان کرنے کا مطلب قرآن حکیم کو پیغمبر کی زبان میں اُتارنا اور اس کے مضامین کو واضح کرنا ہے۔ قرآن حکیم کو خوش خبریاں دینے اور بُرے انجام سے ڈرانے کے لیے آسان کیا گیا ہے۔

(3) رب العزت کا فرمان ہے:﴿وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا ہے، تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟'' (القمر:17)

(4)﴿لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِیْنَ﴾ ''تا کہ آپ اس کے ساتھ پرہیز گاروں کو خوش خبری سنائیں'' یعنی آپ متقین کو جنت اور ہمیشہ رہنے والی نعمتوں اور دنیا میں عزت کی بشارت دیں۔ (الثعالبی:42/4)

(5)﴿وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا﴾ ''اور ان لوگوں کو اُس کے ساتھ ڈرائیں جو سخت جھگڑالو ہیں'' یعنی فاجروں کو ڈرائیں اور وہ کفار قریش تھے۔

(6) تا کہ آپ دنیاوی اور اخروی ثواب کی ترغیب کے ذریعے سے متقین کو بشارت دیں اور ان اسباب کا ذکر کریں جو بشارت کے موجب ہیں۔﴿وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا﴾ تا کہ آپ ان لوگوں کو ڈرائیں جو اپنے باطل میں نہایت سخت اور اپنے کفر میں نہایت قوی ہیں۔ اس طرح ان پر حجت قائم ہوگی اور ان کے سامنے صراط مستقیم واضح ہو جائے گی۔ تب جو کوئی ہلاک ہوگا تو دلیل کی بنیاد پر ہلاک ہوگا اور جو کوئی زندہ رہے گا تو دلیل کی طاقت سے زندہ رہے گا۔ (سعدی:1600/2)

(7) قرآن مجید کے نزول کا مقصد واضح کرتے ہوئے رب العزت نے فرمایا:﴿تَنْزِیْلَ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ﴿٥﴾ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ﴿٦﴾﴾ ''یہ سب پر غالب، نہایت رحم والے کی جانب سے نازل کیا ہوا ہے۔ تا کہ آپ اس قوم کو خبردار کر دیں جن کے باپ دادا کو خبردار نہ کیا گیا تھا تو وہ غافل ہیں'' (یٰسین:5،6)

﴿وَ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ؕ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا﴾

''اور ان سے پہلے کتنے ہی زمانے کے لوگوں کو ہم نے ہلاک کر دیا، کیا آپ ان میں سے کسی ایک کو بھی محسوس کرتے ہیں یا ان کی کوئی آہٹ بھی سنتے ہیں'' (98)

سوال1:﴿وَ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ؕ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا﴾ ''اور ان سے پہلے کتنے ہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زمانے کے لوگوں کو ہم نے ہلاک کر دیا، کیا آپ ان میں سے کسی ایک کو بھی محسوس کرتے ہیں یا ان کی کوئی آہٹ بھی سنتے ہیں'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ﴾ ''اور ان سے پہلے کتنے ہی زمانے کے لوگوں کو ہم نے ہلاک کر دیا'' یعنی آپ سے پہلے جن لوگوں نے انبیاء کو جھٹلایا وہ کتنی بڑی تعداد تھی اور کتنی زیادہ قومیں تھیں۔

(2) قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود وغیرہ نے جھٹلایا تو دیکھو اللہ تعالیٰ نے انہیں کیسے تباہ کر دیا۔ اب ان کا نشان بھی باقی نہیں۔

(3)﴿هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا﴾ ''کیا آپ ان میں سے کسی ایک کو بھی محسوس کرتے ہیں یا ان کی کوئی آہٹ بھی سنتے ہیں'' یہاں ﴿رِكْزًا﴾ سے مراد خفیہ آواز ہے یعنی ان لوگوں کے آثار تک باقی نہ رہے۔ بس ان کے قصے باقی رہ گئے جو عبرت حاصل کرنے والوں کے لئے عبرت ہیں اور ان کی کہانیاں باقی رہ گئیں جو نصیحت کے متلاشی لوگوں کے لئے نصیحت ہیں۔ (سعدی:1600/2)

(4) کفر کرنے والے ہمیشہ غلط فہمی میں رہتے ہیں کہ ہمارا کچھ بگڑنے والا نہیں جو ہوا وہ دوسروں کے لیے تھا ہمارے ساتھ بننے والا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ قانون سبق کے لیے ہے اللہ تعالیٰ کا اُصول یہ ہے کہ اچھوں کی اچھی جزا اور بُروں کو سزا دی جائے لہٰذا کوئی مستثنٰی نہیں۔

(5) جن لوگوں نے کفر کیا ان کے بارے میں بتایئے کیا آپ کی آنکھیں انہیں دیکھتی ہیں یا کان ان کی آواز سنتے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ ان کے نام و نشان مٹ گئے اور افسانے باقی رہ گئے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے پچھلی قوموں کی ہلاکت کو سامنے رکھا ہے، اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے پچھلی قوموں کی ہلاکت کو سامنے رکھا ہے، اس میں بہت حکمت ہے۔ (i) کفر کرنے والے ہمیشہ غلط فہمی میں رہتے ہیں کہ ہمارا کچھ بگڑنے والا نہیں۔ جو ہوا وہ دوسروں کے لیے تھا ایسا کچھ ہمارے ساتھ ہونے والا نہیں۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ اس کا قانون سب کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اُصول یہ ہے کہ اچھوں کی اچھی جزا اور بُروں کو سزا دی جائے لہٰذا کوئی اس سے مستثنٰی نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ (42)

يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ (43)

''اور جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ کو برگزیدہ بنایا ہے
اور آپ کو پاک کیا ہے اور سب جہانوں کی عورتوں پر آپ کو منتخب کیا ہے۔
اے مریم! اپنے رب کی اطاعت کرو، سجدے کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو''

(سورۃ آلِ عمران: 43-42)

www.alnoorpk.com

Nighat Hashmi | +92 336 4033042 | Nighat Hashmi | Alnoor International

000541